مجموعہ حمد و نعت، مناقب و مراثی

عرفانیاتِ عارف

استاد الشعراء

عارف اکبر آبادی

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books

مرتب: منظر عارفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرفانیاتِ عارف

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books

استاد الشعراء

عارفؔ اکبر آبادی

(۱۶، اکتوبر ۱۹۲۹ء......۱۷، اگست ۱۹۸۷ء)

مرتب: منظرؔ عارفی

ناشر: منظرؔ عارفی ۔ 581 ۔ شاہ فیصل ٹاؤن 3 ۔ کراچی

0320 5079163

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ

کلی یا جزوی نقل کرنے پر کتاب کا حوالہ دینا اخلاق فرض بھی ہے

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books

نام کتاب: عرفانیاتِ عارف
شاعر: عارف اکبرآبادی (مرحوم)
ترتیب: مظہر عارفی
سن اشاعت: فروری 2007ء
کمپوزنگ: محمد احمد رضا سید 0320 5079163
پرنٹر: قریشی آرٹ پرنٹر (ناظم آباد) کراچی
ناشر: مظہر عارفی ۔ 581 ۔ شاہ فیصل ٹاؤن 3 ۔ کراچی
زرِ تعاون: 70 روپے (انڈو پاک)

نمبر	فہرست حمد و نعت و مناقب	صفحہ
1	نگاہِ شوق سے جلووں کا سلسلہ ہونا (حمد)	5
2	ہر اِک نظر کو تلاش تیری (حمد)	6
3	خدا کے فضل سے مصروف ہوں نعتِ پیمبر میں	7
4	سحر بھی زرنگار آئی ہوا بھی مشکبار آئی	8
5	ٹھکانہ ہی نہیں کچھ بارشِ لطف و عنایت کا	9
6	کس قرینے سے مدینے میں بہار آئی ہے	10
7	جہاں میں یوں تو آنے کو ہزاروں مہ جبیں آئے	11
8	جب مدینے کے مناظر ہمیں یاد آتے ہیں	12
9	نبی کی یاد میں یوں رتجگا ہو	14
10	شعاعِ شمعِ حرا سے جو لو لگائی ہے	15
11	اللہ رے احترامِ ثنا خوانِ مصطفٰے	16
12	طوافِ گنبدِ خضریٰ جو راس آیا مدینے میں	17
13	محمد کی گلی ہے اور ہم ہیں	18
14	زبان پہ نامِ محمد جو بار بار آئے	19
15	تا ابد ممکن نہیں تنویرِ فاراں کا جواب	20
16	مجھ کو مرنے میں بھی جینے کا قرینہ چاہئے	21
17	گر مدینے کی بہاروں کا گزر ہو جائے	22
18	جب سے وہ ذات چشمِ حقیقت نگر میں ہے	23
19	کثرت میں جلوہ ہائے وحدت دکھا دیے ہیں	24
20	جرأت قربِ خالق و خیر البشر کی ہے	25
21	مدینۃ النبی چلو مدینۃ النبی چلو	26
22	احساس رہے روح کی گہرائی کا (رباعی)	26
23	زیرِ پا کیوں نہ ہوں جبریل کے پر آج کی رات	27
24	نوازش ہائے پنہاں سے کرم ہائے نمایاں سے	28
25	مدینہ ہی مدینہ دل میں جب مستور ہوتا ہے	28
26	دستِ سائل پہ یہ اندازِ عطا کا دیکھا	29
27	میں تو ان کو داستاں در داستاں دیکھا کیا	30
28	جب شمعِ محبت کی لو ہم نے بڑھائی ہے	32
29	اگر نہ قربِ محمد ملے صبا کی طرح	33
30	اس طرح اب زینتِ محراب و منبر چاہئے	34
31	رقص کناں ہے یادِ مدینہ اب مرے دل کی بات نہ پوچھو	35
32	آنکھ جو کھولی شہرِ نبی میں آنکھ سے کیا کیا منظر دیکھے	36
33	سجے ہوئے ہیں جبیں میں سجدے دلوں میں انوارِ مصطفٰی ہیں	37
34	یہی سوچ میرا شعور ہے یہی زندگی کا مدار ہے	38
35	اُدھر خضر ہے عطائے محمد اِدھر ان کو میری نظر ڈھونڈتی ہے	39
36	کمالِ معراجِ مصطفٰی بھی لکھا ہوا دل کے باب میں ہے	40
37	دل سازِ تمنا پہ غزلخواں نظر آیا	41
38	بالاتفاق عرش کا زینہ کہیں جسے	42
	(مناقب)	
39	حقیقت میں نبی کے رتبہ داں صدیقِ اکبر ہیں	44
40	عمر اول سے آخر تک محبت ہی محبت ہیں	45
41	ولایت سے عیاں شانِ کرامت ہوتی جاتی ہے	46
42	بالواسطہ ملا کہ بلا واسطہ ملا	47
43	مجھ پہ یوں برسا سحابِ لطفِ سرور دیکھنا	48
44	قابو میں جو یہ قلبِ جنوں کوش نہیں ہے	49
45	فنا کو رنگِ بقا دے گئے خودی کی قسم	50
46	علی کے گھر کا منظر کس قدر پُر کیف منظر تھا	51
47	کتنی ہی پیے ہجوم کے مستانہ شبیر	52
48	یہ بھی احساں سہی منجملۂ احسانِ حسین	53
49	فدا کی جان جس نے عظمتِ انساں بڑھانے کو	55
50	نہ تھمی حشر تک دنیا صدا اللہ اکبر کی	56
51	شامیو رعب و جلالِ روئے اکبر دیکھنا	57
52	یہیں تو دفن ہے ہر عظمتِ وفائے حسین	58
53	مشتاق ہے جو آپ کے دامن کی ہوا کا	59
54	تیغوں میں جب نبی کا نواسہ دکھائی دے	60
55	کربلا میں آب و تابِ روئے سرور دیکھ کر	61
56	فوج دیکھی نہ سنی لشکرِ سرور کی طرح	62
57	یہ بھی ہے ایک شانِ عنایت حسین کی	63
58	سرِ کرب و بلا اس طرح دو لشکر نکلتے ہیں	64
59	آفتابِ حشر کا کیا ڈر دلِ دلگیر میں	65
60	پہنچے گئے تھے عجب لوگ کربلا کے لئے	67
61	رباعیات و قطعات	68
62	مرثیہ اول "مرحلے"	76
63	مرثیہ دوم "متاعِ دیں کے رکھوالے"	84
64	مرثیہ سوم "سفارتِ حسین"	93

منظرؔ عارفی

عرضِ مرتب:

الحمد للہ رب العالمین، کہ استاد الشعراء عارف اکبرآبادی مرحوم کے نعتیہ اور منقبتی کلام کا مجموعہ "عرفانیاتِ عارفؔ" نذرِ بارگاہِ اردو ادب ہے، یہ ایک نہایت شرمندہ طریقے سے کی جانے والی کوشش ہے، کہ اس کے بغیر اور کوئی چارہ نہیں تھا، ۱۷، اگست ۱۹۸۷ء کو عارف صاحب کا انتقال ہوا، اس وقت بذاتِ خود عارف صاحب کے پاس اتنی رقم تھی کہ وہ ایک کیا کئی مجموعے شائع کرا سکتے تھے۔ لیکن نابینا ہونے کی وجہ سے یہ کام ان کی زندگی میں ان کے ہاتھوں نہ ہوسکا، کوئی اور بشمول ان کے بھائی، تھا بھی نہیں جو یہ کارِ خیر ان کا ہاتھ پکڑ کر انجام دلواتا۔ شاگردوں میں درجنوں اتنے دولت مند ہیں کہ یہ کام ہفتوں میں کرا سکتے تھے لیکن ان کی طرف سے بھی کچھ نہ ہوا۔ عارف صاحب کے انتقال کے بعد فقیر نے یہ ارادہ کیا کہ جیسے بھی ہوسکا استاد کا کلام "کلیاتِ عارف اکبر آبادی" کے نام سے شائع کراؤں گا لیکن ۸۷ء سے ۲۰۰۷ء آگیا ہنوز کچھ نہ ہوا۔ جس پر مجھے شرمندگی ہے اب ہمت کر کے استاد کے کلاموں کا ایک مختصر حصہ جو نعتوں اور مناقب پر مشتمل ہے اور جس قدر یکجا ہوسکا اپنی استطاعت کے مطابق پیش کر رہا ہوں، حالانکہ اسے عارف صاحب کے شایانِ شان ہونا چاہئے تھا، لیکن فقیر کے پاس بہت سارا پیسہ نہ ہونا سب سے بڑی مجبوری ہے۔ کراچی کے کسی بھی بڑے ادبی وثقافتی گروپ سے میرا کوئی رابطہ نہیں، اور ہمارے مال داروں کے پاس اس قسم کے کام کیلئے خرچ کرنے کا ذہن نہیں، گو کہ اس سلسلے میں میں نے کوشش بھی کی، مقامی گورنمنٹ کو مراسلہ لکھا، گورنر سندھ کی توجہ مبذول کرائی، عارف صاحب کی اہمیت کا احساس دلانے کی کوشش کی لیکن کوئی سعی بار آور ثابت نہ ہوئی۔ میں اس کی وجوہات جانتا ہوں لیکن اس ذکر سے کسی بدمزگی میں پڑنا مناسب نہ ہوگا۔ لہٰذا تمام شکوہ وشکایات پسِ پشت ڈال کر قارئین ادب سے عرض گزار ہوں کہ عارف صاحب کی کہی ہوئی نعتوں کو جو کہ "فردوسِ آرزو" کے نام سے ۱۹ ستمبر ۱۹۹۰ء میں شائع ہوئی تھی اور اب نایاب ہے، مکرر اور مناقب اور رباعیات وقطعات ومراثی کے ذخیرے کو بصد شوق ملاحظہ فرمائیں۔ اور اپنے ادبی ذوق کی تسکین کا سامان کریں، عارف صاحب مرحوم کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ اور فقیر کی مجبوریوں کے پیشِ نظر اس پر معافی عطا فرمائیں کہ مکمل چار کلر میں، ایک صفحے پر چار شعر وغیرہ وغیرہ کا اہتمام نہیں ہوسکا۔ زندگی رہی اور جیب نے ایک بار بھی ساتھ دیا تو انشاء اللہ تعالیٰ استاد عارف اکبرآبادی کی غزلوں کا مجموعہ "پھولوں کے مرہم کانٹوں کے نشتر" بھی آپ کے ذوقِ مطالعہ کی تسکین کیلئے آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔ اس کتاب پر اپنی گراں قدر رائے سے ضرور نوازیئے۔ اور عارف صاحب کے کلام کا کوئی حصہ خصوصاً تصویر آپ کے پاس موجود ہو تو ضرور عنایت فرمایئے۔ اللہ آپ کو اجرِ خیر عطا فرمائے۔

طالبِ دعا: منظرؔ عارفی

حمد شریف

نگاہِ شوق سے جلووں کا سلسلہ ہونا
بعیدِ عقل نہیں ہے ترا خدا ہونا
بڑا حسین ہے اِک یہ بھی تیری حمد کا رُخ
تری صفات میں شامل نہیں فنا ہونا
کسی کو تجھ سے محبت ہو یا رقابت ہو
تری عطا کو تو ہر درد کی دوا ہونا
یہ تیرے قرب کی منزل نہیں تو پھر کیا ہے
کہ راس آگیا ہم کو شکستہ پا ہونا
بہر نفس تجھے بندوں سے ایک ربطِ دلی
ترے کرم کا تقاضا نہیں جُدا ہونا
زمیں کو پھول دیئے آسماں کو شمس وقمر
جتا دیا تری قدرت نے کبریا ہونا
نہ کوئی حسنِ نظر ہے نہ کوئی حسنِ خیال
بڑا شرف ہے مگر بندۂ خدا ہونا
یہ کم نہیں ہے علامت ترے تقدس کی
ہر انجمن میں فقط تیرا تذکرہ ہونا
دلیلِ نورِ الٰہی ہے سر بسر عارفؔ
چراغِ بزمِ تمنا کا پُر ضیاء ہونا

حمد شریف

ہر اک نظر کو تلاش تیری ہر ایک دل کو خیال تیرا
اساسِ ہستی بنا ہوا ہے فراق ہو یا وصال تیرا
مُغیث تو ہے مُعین تو ہے وکیل تو ہے کفیل تو ہے
کمال یہ ہے کہ ہر صفت سے ہے آشکارا کمال تیرا
وہ محفلیں ہوں کہ خلوتیں ہوں تری عطا میں کمی نہیں ہے
جمال حسبِ نگاہ تیرا جلال حسبِ خیال تیرا
یہ بزمِ کُن ہے یہاں کسی کو مجالِ نطق و بیاں نہیں ہے
کلیم بھی تو کلام بھی تو جواب تیرے سوال تیرا
کسی سے نا آشنا نہیں ہے تری توجہ تری عنایت
اگر نہیں رابطہ نظر سے ہے روح سے اتّصال تیرا
اُنہیں عذاب وثواب سے کیا جو اس توقع پہ جی رہے ہیں جلال
کی حدّتیں بڑھیں تو برس پڑے گا جمال تیرا
حرم کی جانب چلا ہے عارفؔ اب اس یقین کو نظر میں رکھ کر
عطا بھی ہے بے پناہ تیری کرم بھی ہے لازوال تیرا

نعت شریف

خدا کے فضل سے مصروف ہوں نعتِ پیمبر میں
طبیعت رفتہ رفتہ ڈوبتی جاتی ہے کوثر میں
زباں کھولی جو ہم نے مدحتِ وصفِ پیمبر میں
تو فکرِ نارسا گُم ہوگئی لفظوں کے دفتر میں
ہوا محسوس ہم کو آکے بزمِ بندہ پرور میں
وہ قطرے بھی سمندر ہیں جو مل جائیں سمندر میں
اشارہ دے دیا قدرت نے یہ ختمِ نبوت پر
کہ اب جلوؤں کی گنجائش نہیں دنیا کے منظر میں
یہ کون آیا ہے فاراں پر متاعِ آگہی لے کر
یقیں کی روح جس نے پھونک دی حرفوں کے پیکر میں
خیالون نے سجا رکھی ہے بزمِ سیّدِ والا
تمنّا ہے کہ دل کا آئینہ رکھ دوں برابر میں
جنوں کو بس مدینے کی فضائیں راس آئیں گی
ابھی تو حیرتیں ہی حیرتیں ہیں چشمِ ششدر میں
ملا ہے یہ سبق عارفؔ محمد کے گھرانے سے
جو دل تاریک ہوں تو کچھ نہیں محراب و منبر میں

○

سحر بھی زر نگار آئی ہوا بھی مُشک بار آئی
نبی آئے کہ شانِ رحمتِ پروردگار آئی

خزاں اُوڑھے ہوئے اِک چادرِ نقش و نگار آئی
عجب انداز سے مکّے کی گلیوں میں بہار آئی

چلو طیبہ میں بھر لو غنچہ ہائے دید سے دامن
نگارِ زندگی اطرافِ عالم میں پکار آئی

پھلا پھولا رہے گا تاقیامت گلستاں تیرا
حلیمہ لے تری آغوش میں فصلِ بہار آئی

نہیں کچھ نام کی تخصیص لیکن یہ حقیقت ہے
تری محفل میں ہر اِک شخصیت پروانہ وار آئی

ملا یٰسین و طٰہٰ کا لقب قرآن سے جس کو
عرب کے خار زاروں میں اِک ایسی بھی بہار آئی

یکایک دل پہ اسرارِ مشیّت کھل گئے عارفؔ
ہماری آنکھ تک یوں اُن کی گردِ رہ گزار آئی

○

ٹھکانہ ہی نہیں کچھ بارشِ لطف و عنایت کا
یہ وہ در ہے جہاں لکھا بدل جاتا قسمت کا

تسلسل ٹوٹ سکتا ہی نہیں رُشد و ہدایت کا
اثر تو آج بھی باقی ہے اسباقِ رسالت کا

نہ ہوگا مُرتکب میرا جنوں کفرانِ نعمت کا
میں کیوں انکار کردوں آپ کے لطف و عنایت کا

ترے ایما پہ اِک دنیا سمٹ آئی مدینے میں
تری آواز پر احساس جاگ اُٹھا محبت کا

محمد کی محبت اُس جگہ بھی کام آتی ہے
جہاں ہر راستہ مسدود ہو جائے بریّت کا

وہاں تک مٹ گئیں تاریکیاں کفر و ضلالت کی
جہاں تک نور پہنچا نیّرِ چرخِ نبوت کا

ہمیں الفاظ بھی ملتے نہیں توصیفِ طیبہ میں
کہ تا حدِّ نظر اِک سلسلہ ہے رنگ و نکہت کا

گذرتی ہے ہماری زندگی اب یادِ حضرت میں
اِسی کا نام ہے معراج پاجانا محبت کا

اُسی کو لوگ اُمّی کہہ رہے ہیں آج بھی عارفؔ
کہ جس نے فلسفہ سمجھا دیا قانونِ قدرت کا

○

کس قرینے سے مدینے میں بہار آئی ہے
پھول تو پھول ہیں کانٹوں پہ بھی رعنائی ہے

جلوۂ گنبدِ خضریٰ سے شناسائی ہے
یہ تعلق ہی مرا حاصلِ بینائی ہے

خاکِ طیبہ سے عبارت چمن آرائی ہے
موج در موج یہاں قلزمِ رعنائی ہے

ہر نظر جلوۂ سرکار سے ٹکرائی ہے
آئینہ ہے کہ چراغِ شبِ تنہائی ہے

ہم کو آتا نہیں مرعوبِ ستم ہو جانا
ہم میں کردارِ محمد کی توانائی ہے

ہے تصور میں اویسِ قرنی قربِ حضور
ورنہ محبوب کی فرقت کسے راس آئی ہے

لوگ دیوانۂ محبوبِ خدا کہتے ہیں
کتنے اعزاز کی حامل مری رسوائی ہے

نکہتِ باغِ جناں بخش گئی ہے دل کو
اُن کے دامن سے جو مس ہو کے ہوا آئی ہے

آؤ دُہرائیں کوئی قصۂ ماضیٔ رسول
در حقیقت یہ علاجِ غمِ تنہائی ہے

سنگریزوں نے رسالت کی گواہی دے دی
یہ بھی اک مرحلۂ شانِ مسیحائی ہے

ہم ہیں وابستۂ دامانِ محمد عارفؔ
اسی احساس میں گم سطوتِ دارائی ہے

○

جہاں میں یوں تو آنے کو ہزاروں مہ جبیں آئے
مگر جیسے ہو تم یا مصطفیٰ ایسے نہیں آئے

سرِ دنیا جو وہ قوسین کے مسند نشیں آئے
لبِ نازک پہ لے کر مژدۂ خُلدِ بریں آئے

تمہارا ایک یہ بھی معجزہ کتنا انوکھا ہے
بنامِ آخریں ٹھہرے بشانِ اوّلیں آئے

قنادیلِ فلک ہوں قلبِ مؤمن ہو کہ کعبہ ہو
وہ جس منزل میں بھی آئے بعنوانِ یقیں آئے

تری شانِ کرم نے یوں بدل دیں قسمتیں یکسر
جہنم کے مسافر سوئے فردوسِ بریں آئے

حبش اور شام ہی کا ذکر کیا اے مشعلِ طیبہ
تری محفل سے کس محفل سے پروانے نہیں آئے

محبانِ نبی اور آتشِ دوزخ ارے توبہ
ہمیں اُس وقت موت آجائے جب اِس کا یقیں آئے

تصوّر تک بھی ہو سکتا نہیں اُس کے مراتب کا
اجازت لے کے جس کے گھر میں جبریلِ امیں آئے

وہی لمحات اصلِ زندگی ہیں فطرتاً عارفؔ
کہ جن لمحات میں یادِ امام المرسلیں آئے

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books

O

جب مدینے کے مناظر ہمیں یاد آتے ہیں
ہم حدِ عالمِ بالا سے گذر جاتے ہیں

کیوں نہ بیمارِ محبت کو یہاں چین ملے
یہ وہ در ہے کہ مسیحا بھی شفا پاتے ہیں

ہجرِ سرکارِ مدینہ کا یہ عالم ہے کہ ہم
شمعِ محفل کی طرح آج بجھے جاتے ہیں

ہم تو انساں ہیں فرشتوں کے بھی سر اُلفت میں
روضۂ سید والا پہ جھکے جاتے ہیں

ہم نے پایا ہے یہ وابستگی شہ کا صلہ
حادثے سامنے آتے ہوئے گھبراتے ہیں

جس جگہ محفلِ میلادِ نبی سجتی ہے
میرا ایماں ہے کہ سرکار وہاں آتے ہیں

آج ہم دیدِ گلستانِ مدینہ کے لئے
نکہتِ زلف کی مانند اُڑے جاتے ہیں

کس طرح دامنِ محبوبِ خدا چھوڑیں گے
جو مدینے میں بھی جنت کی فضا پاتے ہیں

جن کو اظہارِ محبت کا سلیقہ بھی نہیں
کیوں درِ سرورِ کونین تک آجاتے ہیں

تیری توصیف و ثنا اور شریعت کی حدیں
لب پہ الفاظ جب آتے ہیں ٹھہر جاتے ہیں

اور دنیا میں کوئی اپنا اثاثہ نہ سہی
ہم غلامِ شہِ لولاک تو کہلاتے ہیں

اِس کو عارفؔ کششِ ذوقِ مدینہ کہیے
پاؤں اُٹھتے نہیں اور لوگ چلے جاتے ہیں

O

نبی کی یاد میں یوں رت جگا ہو
زباں خاموش ہو دل بولتا ہو

اگر دل میں ولائے مصطفیٰ ہو
تو پھر کیسا ہی طوفانِ بلا ہو

زباں پہ ذکرِ محبوبِ خدا ہو
یہ دریا ہو مگر ٹھہرا ہوا ہو

علاج اُس درد کے مارے کا کیا ہو
جو جنت میں مدینہ ڈھونڈتا ہو

پگھلتی جا رہی ہے شمعِ ہستی
اب ایسے میں مدینے کی ہوا ہو

عطا کر مجھ کو اے ساقیِ کوثر
وہ اک قطرہ جو قلزم آشنا ہو

الٰہی اِس دُعا کو زندگی دے
بُلائیں وہ بہانہ موت کا ہو

رہِ طیبہ کا پتھر بن گیا ہوں
نہ کیوں مجھ پر یقینِ آئینہ ہو

وہ کیا سمجھے گا اسرارِ محمد
جو ذرّوں سے اُجالے مانگتا ہو

نبی سارے فزوں رُتبہ ہیں عارفؔ
مگر جو شافعِ روزِ جزا ہو

○

شعاعِ شمعِ حرا سے جو لو لگائی ہے
تو زندگی کی حقیقت سمجھ میں آئی ہے

جب اُن کے عارضِ تاباں کی یاد آئی ہے
ضیائے مہرِ درخشاں بھی جھلملائی ہے

جچے گی کیا مری نظروں میں وسعتِ کونین
درِ حبیبِ خدا تک مری رسائی ہے

تمہارے چاہنے والوں کا حشر سے کیا کام
اِنہیں تو حسرتِ دیدار کھینچ لائی ہے

وہ ہم ہیں جن کے لئے آپ زخم زخم ہوئے
وگرنہ کس کے لئے کس نے چوٹ کھائی ہے

گھلے ہوئے ہیں اندھیرے فضائے عالم میں
چراغِ مصطفوی اب تری دُہائی ہے

نگاہِ شوق کی عارفؔ یہی تو ہے معراج
کہ جلوۂ رُخِ سرکار مانگ لائی ہے

○

اللہ رے احترامِ ثنا خوانِ مصطفیٰ
بیٹھے ہیں زیرِ سایۂ دامانِ مصطفیٰ

ہوتا ہے یوں تحفظِ ایوانِ مصطفیٰ
جبریل سا امین ہے دربانِ مصطفیٰ

بُھولے ہوئے ہیں تذکرہ ہائے نسیمِ خلد
وابستگانِ جنبشِ دامانِ مصطفیٰ

جب حد سے بڑھ گئیں غمِ دنیا کی اُلجھنیں
کام آئی یادِ زلفِ پریشانِ مصطفیٰ

سو بار زندگی جو ملے وہ بھی سونپ دیں
یہ چاہتے ہیں نذر گذارانِ مصطفیٰ

تنقید کر رہے ہیں حیات و ممات پر
دیکھا دماغِ حلقہ بگوشانِ مصطفیٰ

جس دل میں زخم ہائے فراقِ تمام ہو
اُس دل سے پوچھ لطفِ نمکدانِ مصطفیٰ

کوثر پئیں گے دامنِ رحمت میں چھان کر
بہکیں گے جب بھی بادہ گُسارانِ مصطفیٰ

عارفؔ مری نظر میں جچے گا نہ باغِ خُلد
دل میں بسا ہوا ہے گلستانِ مصطفیٰ

○

طوافِ گنبدِ خضریٰ جو راس آیا مدینے میں
نظر نے اِک سُرورِ جاوداں پایا مدینے میں

یہاں سب کچھ بقدرِ وسعتِ اُمید ملتا ہے
سوالی بن کے جس نے ہاتھ پھیلایا مدینے میں

بہر، لمحہ بہر لحظہ بہر جلوہ بہر عنواں
زمیں پر خُلد کا عالم نظر آیا مدینے میں

وہی جلووں کی تابانی وہی رنگوں کی ارزانی
کسی کو کب خیالِ بیش و کم آیا مدینے میں

یہاں کے دشت بھی گلزارِ جنت بن گئے آخر
بہاروں نے خزاں کو تاج پہنایا مدینے میں

متاعِ زندگی کی قدرو قیمت پوچھئے اُن سے
لُٹا آئے جو اپنی جاں کا سرمایہ مدینے میں

بڑھا دی عرش کی رفعت سے رفعت خاکِ طیبہ کی
رسولِ پاک نے آرام فرمایا مدینے میں

وہ اب ہر نعمتِ کونین بے وقعت سمجھتا ہے
حبیبِ کبریا نے جس کو بلوایا مدینے میں

کسی کو یاد بھی آئی نہ عارفؔ گرمیِ محشر
سروں پر تھا پَرِ جبریل کا سایہ مدینے میں

○

محمد کی گلی ہے اور ہم ہیں
عروجِ زندگی ہے اور ہم ہیں

جمی ہیں گنبدِ خضریٰ پہ نظریں
سُرورِ سرمدی ہے اور ہم ہیں

درِ حضرت پہ اپنی شان دیکھو
وفا کی چاندنی ہے اور ہم ہیں

چھڑا ہے قصۂ معراجِ سرور
کمالِ آدمی ہے اور ہم ہیں

شہہِ لولاک کی بخشش تو دیکھو
شعورِ زندگی ہے اور ہم ہیں

اِدھر بھی اک نظر ساقیِ کوثر
وفورِ تشنگی ہے اور ہم ہیں

بہر منزل بہر جادہ بہر گام
رسولِ ہاشمی ہے اور ہم ہیں

کہیں نظریں کہیں منزل کہیں دل
یہ مستانہ روی ہے اور ہم ہیں

تصوّر رات دن کہتا ہے عارفؔ
دیارِ سیّدی ہے اور ہم ہیں

○

زباں پہ نامِ محمد جو بار بار آئے
تو کیوں نہ گلشنِ توحید پر نکھار آئے

جو دل کی سمت نظر کی تو سامنے تھے رسول
پُکارنے کو تو ہم جا بجا پُکار آئے

بکھر گئے اُفقِ جاں پہ رنگِ صبحِ ازل
عجب طرح سے مجھے مژدۂ بہار آئے

تمام عمر کی کوتاہیاں معاف ہوئیں
تمہارے در پہ جو شرما کے غم گسار آئے

کسی طرح بھی مٹے خواہشِ غمِ طیبہ
کسی طرح دلِ بیتاب کو قرار آئے

اِدھر بھی ایک نظر میہمانِ عرشِ بریں
ہمیں بھی اپنی محبت کا اعتبار آئے

پھر اُس کی شومیِ قسمت کا کیا مداوا ہو
جو تیری بزم سے اُٹھ کر بھی بیقرار آئے

سدا بہار ہے ہر زخمِ یادِ روئے رسول
ہمارے پاس نہ رسوائیِ بہار آئے

جو اشکِ یادِ مدینہ سے ہو چلا عارفؔ
ہمارے آئینۂ دل پہ کیا غُبار آئے

○

تا ابد ممکن نہیں تنویرِ فاراں کا جواب
پَرتَوِ روئے نبی سے آئینے ہیں آب آب

مِل نہیں سکتا قیامت تک کہیں اُس کا جواب
جس نے پتھریلی زمینوں پر اُگائے ہیں گلاب

مصطفیٰ یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
بس یہی میرا سبق ہے بس یہی میرا نصاب

منزلِ قوسین تک پہنچے جو محبوبِ خدا
رُک گئی نبضِ زمانہ کیا قمر کیا آفتاب

کیا نہیں یہ اعترافِ علمِ ختم المرسلیں
چاہتے ہیں لوگ چودہ سو برس پہلا نصاب

دیکھنا اے آتشِ دوزخ رہے اِس کا خیال
ہم غلامِ مصطفیٰ ہیں ہم غلامِ بو تراب

اتنے کم رُتبہ ہوئے ہم اُن کا دامن چھوڑ کر
جیسے صحرا میں بگولے جیسے جیسے دریا میں حباب

ذرّہ ذرّہ دہر کا عارفؔ منوّر ہو گیا
جب شعاعیں بانٹتا گزرا عرب کا ماہتاب

○

مجھ کو مرنے میں بھی جینے کو قرینہ چاہیے
لطفِ محبوبِ خدا خاکِ مدینہ چاہیے

آئینے پر دل کے ہو نورِ محمد کی جلا
جو قیامت تک چلے ایسا سفینہ چاہیے

جلوۂ سرکار تو نظروں کا مسکن ہے مگر
چشمِ بینا چاہیے ہاں چشمِ بینا چاہیے

بحرِ عصیاں کے تلاطم کی ہمیں پروا نہیں
یا محمد یا محمد کا سفینہ چاہیے

تیرگی قبر سے پھوٹیں گی کرنیں نور کی
ہم کو نامِ مصطفیٰ کا اِک نگینہ چاہیے

عیسیِٔ مریم سے بھی اُس کی دوا ممکن نہیں
ہر گھڑی پیشِ نظر جس کو مدینہ چاہیے

ہر گھڑی اُن کا تصوّر ہر نظر اُن کا خیال
عاشقوں کو اُن کے اِس صورت سے جینا چاہیے

دامنِ عشقِ محمد میں ملی چھانی ہوئی
میں ہوں میکش مجھ کو عارفؔ جام و مینا چاہیے

گر مدینے کی بہاروں کا گزر ہو جائے
خارِ صحرا بھی جوابِ گُلِ تر ہو جائے
شاہِ بطحا کی اگر مجھ پہ نظر ہو جائے
تیغ کی دھار پہ بھی عمر بسر ہو جائے
رات مجھ کو درِ آقا پہ اگر ہو جائے
زندگی چاند ستاروں میں بسر ہو جائے
جس طرف آنکھ اُٹھے آپ کا روضہ دیکھوں
گنبدِ سبز مری حدِ نظر ہو جائے
خوانِ جنت کا میں دنیا میں ہی پاجاؤں مزا
کاش میری ترے ٹکڑوں پہ گذر ہو جائے
اپنے دامن میں چھپالو مرے آقا مجھ کو
کہیں ایسا نہ ہو دنیا مرے سر ہو جائے
کیوں نہ ہو جائے وہ عیسیٰ نفسوں میں شامل
جس پہ اُس رشکِ مسیحا کی نظر ہو جائے
اِس طرح روضۂ انور پہ میں پہنچوں عارفؔ
شامِ غربت مرا عنوانِ سحر ہوجائے

جب سے وہ ذات چشمِ حقیقت نگر میں ہے
دنیا بڑی حقیر ہماری نظر میں ہے
جب سے حضور کا قدِ رعنا نظر میں ہے
اِک موسمِ بہار مری رہ گُزر میں ہے
سرکارِ دو جہاں کی بلندی نہ پوچھئے
کُل کائنات حلقۂ دامِ اثر میں ہے
اُن کی عنایتوں کی کوئی حد نہیں رہی
محسوس ہو رہا ہے مدینہ سفر میں ہے
ہر دم کھنچی ہوئی ہیں طنابیں زمین کی
ہر دم مرا خیال نبی کے نگر میں ہے
لَو دے اُٹھی ہے حسرتِ دیدارِ مصطفیٰ
اب کیا بتائیں کون سی منزل نظر میں ہے
بیباکیِ جنوں سے خِرد پوچھتی ہے آج
اسریٰ کی شب یہ کون لباسِ بشر میں ہے
ہے یادگارِ گیسوئے سلطانِ کائنات
خوشبو بسی ہوئی جو نسیمِ سحر میں ہے
معراجِ بندگی محبت کہیں جسے
عارفؔ کے سر میں ہے کہ ترے سنگِ در میں ہے

کثرت میں جلوہ ہائے وحدت دکھا دیئے ہیں
تم نے مری نظر کے رُتبے بڑھا دیئے ہیں

عشقِ شہِ اُمم نے نقشے جما دیئے ہیں
دل سے نقوشِ حُبِ دنیا مٹا دیئے ہیں

اُن کی نظر نے کیا کیا عالم دکھا دیئے ہیں
انسان رازدارِ فطرت بنا دیئے ہیں

نورِ محمدی نے سکّے بٹھا دیئے ہیں
ذرّاتِ خاکِ طیبہ تارے بنا دیئے ہیں

پایا ہے جب کسی کو آزردۂ شفاعت
ہم نے تری عطا کے قصّے سُنا دیئے ہیں

مانندِ چشمِ نرگس ہر آنکھ منتظر ہے
مولودِ مصطفیٰ نے کیا گُل کھلا دیئے ہیں

دیکھا ہے جب کسی کو قہرِ خدا کی زد پر
چشمِ محمدی نے موتی لُٹا دیئے ہیں

موسیٰ سے کیا تعلق عیسیٰ سے کیا تقابل
تم نے تو پتھروں کو کلمے پڑھا دیئے ہیں

جس سمت اُٹھ گئی ہے وہ چشمِ فیض ساماں
سالک بنادیئے ہیں عارفؔ بنا دیئے ہیں

جو رات قربِ خالق و خیرالبشر کی ہے
اُس رات پر نثار جوانی سحر کی ہے

تاریکیٔ لحد تو کنیز اُس بشر کی ہے
جس کی جبیں پہ خاک ترے سنگِ در کی ہے

اُسراء کی شب میں کتنی بلندی سفر کی ہے
تاروں کے رُخ پہ گرد تری رہ گزر کی ہے

تُو کیا سمجھ سکے گا مقامِ محمدی
اے بے بصر یہاں تو ضرورت نظر کی ہے

ہر حکمِ شاہِ دیں پہ نچھاور ہیں جان و دل
یہ جانتے ہوئے کہ شفاعت تو گھر کی ہے

سجدے میں سر ہو آنکھ رُخِ مصطفیٰ پہ ہو
وہ دل کی آرزو ہے یہ حسرت نظر کی ہے

جو اُن سے دُور ہیں وہ جہنّم کے پاس ہیں
یہ بات بھی اُنہیں کے لبِ معتبر کی ہے

کافی ہیں ہم کو نقشِ کفِ پائے مصطفیٰ
وہ اور ہیں کہ جن کو طلب راہ بر کی ہے

مُردوں کو اپنے حکم سے بخشیں حیاتِ نو
یہ شان بھی تمہارے شہیدِ نظر کی ہے

جبریل نزدِ عرشِ بریں جائیں کس طرح
عارفؔ یہ بزمِ منتظِر و مُنتظَر کی ہے

○

مدینۃ النبی چلو ، مدینۃ النبی چلو
جہاں پہ سجدہ ریز ہے ، شعورِ زندگی چلو
سفر کا اہتمام کیا ، خیالِ صبح و شام کیا
درِ رسولِ پاک پر ، ابھی چلو ابھی چلو
عطاؤں کا ہجوم ہے ، نوازشوں کی دھوم ہے
دیارِ مصطفیٰ ہے یہ ، پڑھو نبی نبی چلو
نحیف و ناتواں سہی ، اُٹھو تو عارفِؔ حزیں
بَلا سے راہِ شوق میں ، کبھی رکو کبھی چلو

رباعی

احساس رہے روح کی گہرائی کا
دامن نہ چھُٹے صبر و شکیبائی کا
لَو شمعِ مدینہ سے لگائے رکھیے
عارفؔ یہی معیار ہے بینائی کا

○

زیرِ پا کیوں نہ ہوں جبریل کے پر آج کی رات
نور کا نور کی جانب ہے سفر آج کی رات
اُمِ ہانی کے مُقدّر کی بلندی دیکھو
اُنکے گھر میں ہے فرشتوں کا گزر آج کی رات
گرم ہے بسترِ سرکار اُسی صورت سے
ڈال دی گردشِ دوراں نے سپر آج کی رات
جیسے تصویر اُتر آئی ہے آئینے میں
عرش پر یوں ہیں شہِ جن و بشر آج کی رات
روئے سرکارِ دوعالم کے تصوّر کی قسم
حُسن ہی حُسن ہے تاحدِ نظر آج کی رات
سُن ذرا بزمِ دَنیٰ سے یہ صدا آتی ہے
قابَ قوسین ہے تقدیرِ بشر آج کی رات
گرمیٔ مہر سے قائم ہے حیاتِ انساں
رات کیا دن کے مقابل میں مگر آج کی رات
ہیں نگاہوں میں مدینے کی فضائیں عارفؔ
کیوں کرے [illegible] تمنائے سحر آج کی رات

○

نوازش ہائے پنہاں سے، کرم ہائے نمایاں سے
نوازا آپ نے اُمت کو ہر تائیدِ امکاں سے
قیامت تک نکل سکتے نہیں گردابِ عصیاں سے
وہ جن کو واجبی سا واسطہ ہے اُن کے داماں سے
مشرف جب ہوا دل نغمۂ توحید ساماں سے
صدائے یا نبی آنے لگی سازِ رگِ جاں سے
محمد اور خدا میں بُعد کیا ہے قُرب کتنا ہے
یہ عُقدہ حل نہ ہوگا عُمر بھر افکارِ انساں سے
دُعاؤں میں اثر کس کے وسیلے سے ہوا پیدا
نکالا نوح کی کشتی کو کس نے موجِ طوفاں سے
خلافت بھی محمد ہی کی عظمت کا نتیجہ ہے
خدا کو ورنہ اِس درجہ محبت ایک انساں سے
مری کشتی نہیں آسودۂ ساحل تو کیا عارفؔ
محمد کی ضمانت پر گذر جاؤں گا طوفاں سے

○

مدینہ ہی مدینہ دل میں جب مستور ہوتا ہے
نہ کوئی پاس ہوتا ہے نہ کوئی دُور ہوتا ہے

نبی کی یاد سے جب دل مرا معمور ہوتا ہے
جوابِ طور کیا معنیٰ چراغِ طور ہوتا ہے
عجب عالم ہے دل کا شوقِ دیدارِ مدینہ میں
کبھی ہُشیار ہوتا ہے کبھی مخمور ہوتا ہے
مجھے بھی لے چلو اب زائرینِ کوئے احمد تک
کہ دیوانوں میں دیوانہ بہت مسرور ہوتا ہے
نظر آتے ہیں دنیا کے حقائق مائلِ سجدہ
تری نسبت سے جب قصہ مرا مشہور ہوتا ہے
سلاطینِ زمانہ کو یہ خاطر میں نہیں لاتا
نبی کے در کا سائل بھی بڑا مغرور ہوتا ہے

○

دستِ سائل پہ یہ انداز عطا کا دیکھا
جب بھی دیکھا درِ محبوبِ خدا وا دیکھا
ہوں میں نازاں کہ مری آنکھ نے کیا کیا دیکھا
اُس کو سو رنگ میں بھی دیکھ کے تنہا دیکھا
جس نے تفریقِ نظر سے ترا جلوہ دیکھا
زندگی بھر اُسے نادارِ تماشا دیکھا

سر بہ سجدہ نظر آیا ہمیں شاہوں کا غرور
جب غلامِ شہہِ کونین کا رُتبہ دیکھا

اِس قدر حسن ملا گردِ رہِ طیبہ سے
ایک آئینہ صفت نے مرا چہرہ دیکھا

زخمِ یادِ رُخِ سرکار مبارک باشد
ہم نے سینے میں بھی اِک پھول کنول کا دیکھا

کیا وہ آلامِ زمانہ سے پریشاں ہوگا
جس نے سرکار کی زلفوں کا سنورنا دیکھا

خامۂ عشق نے جب نامِ محمد لکھا
دل نے تحریر کی اِس موج کو دریا دیکھا

اُن کی رحمت کا تقاضا تو یہی ہے عارفؔ
کبھی اپنوں میں سے ڈھونڈا، نہ پَرایا دیکھا

○

میں تو اُن کو داستاں در داستاں دیکھا کیا
منکرِ نعتِ محمد تُو کہاں دیکھا کیا

عرشِ اعظم تک پئے نعلین تم بڑھتے گئے
اور حریمِ قدس کا ہر پاسباں دیکھا کیا

ذوقِ طیبہ نے مرے قدموں میں بھردی موجِ برق
مجھ کو حیرت سے امیرِ کارواں دیکھا کیا

سوچتا ہوں میں زمیں کو کیا کہوں جنت کے بعد
میں جہاں کے دشت بھی جنت نشاں دیکھا کیا

سر تو سر دل جھک گئے سجدے میں روضہ دیکھ کر
کون تھا ایسا جو سنگِ آستاں دیکھا کیا

جانے یہ اُن کی عنایت ہے کہ میرا جذبِ شوق
وہ وہیں مجھ کو نظر آئے جہاں دیکھا کیا

طالبِ دیدار دامانِ محمد تھام کر
پَرتوِ ذاتِ الٰہی بے گُماں دیکھا کیا

اہلِ دانش کی نظر میں کچھ ہو رازِ حرفِ میم
صاحبِ دل اِس میں حسنِ کُن فکاں دیکھا کیا

اُمتِ عاصی پہ عارفؔ دامنِ حضرت کے ساتھ
چادرِ تطہیر کی پرچھائیاں دیکھا کیا

رباعی

ناواقفِ اسرار و خبر کہتے ہیں
کہنے کا نہیں حکم مگر کہتے ہیں
اللہ سے پوچھے کوئی رُتبہ اُس کا
جاہل جسے اپنا سا بشر کہتے ہیں

O

جب شمعِ محبت کی ، لَو ہم نے بڑھائی ہے
سینے میں شہہِ دیں کی ، تصویر اُتر آئی ہے

کرتی ہے سوال اب بھی ، شانِ کرمِ حضرت
یہ کس کا زمانہ ہے ، یہ کس کی خدائی ہے

فقرِ شہہِ والا نے ، پیغام دیا ہم کو
دنیا جسے کہتے ہیں ، عنوانِ گدائی ہے

طیبہ کے گلی کوچے ، آئینۂ قدرت ہیں
کوثر سمٹ آیا ہے ، جنت اُتر آئی ہے

اب ذوقِ نظر تیرا ، جو چاہے طلب کر لے
اِک سمت محمد ہیں ، اِک سمت خدائی ہے

پہنچا ہوں میں اُس در تک ، جب فیضِ تیقّن سے
زنجیر شکوک آخر ، ٹوٹی ہوئی پائی ہے

ممتازِ شہنشاہی ، ہے اُن کی فقیری بھی
کیا شانِ کریمی ہے ، کیا عقدہ کشائی ہے

اے نامِ محمد آ ، سینے سے لگا لوں میں
تو نے مرے سجدوں کی ، توقیر بڑھائی ہے

کیا ڈر ہو مجھے عارفؔ ، خورشیدِ قیامت کا
دامانِ محمد تک جب ، میری رسائی ہے

O

اگر نہ قُربِ محمد ملے صبا کی طرح
مرا وجود سُلگنے لگے چتا کی طرح

وفورِ شوقِ مدینہ غزل سرائی کر
بہت دنوں سے ہوں اِک سازِ بے صدا کی طرح

خدا کو زینتِ تمہیدِ دو جہاں کے لئے
مِلا نہ کوئی بھی عنوان مصطفیٰ کی طرح

زبانِ عشق میں کہتے ہیں اُس کو ختمِ رُسُل
جو دل میں ٹھیر گیا دردِ لادوا کی طرح

ہمارا حال یہ تھا منزلِ مدینہ میں
رُکے پہاڑ کی صورت چلے ہوا کی طرح

خدا کے بعد ہر اِک لب پہ ہے ثنا اُس کی
کہ ابتداء بھی ہوئی جس کی انتہا کی طرح

ازل سے تا بہ ابد ایک بھی شبیہ نہیں
نگار خانۂ فطرت میں مصطفیٰ کی طرح

خِرد ہے لفظ و معانی کی بحث تک محدود
جنوں پکار رہا ہے اُنہیں خدا کی طرح

وہ حادثاتِ زمانہ سے کیا ڈریں عارفؔ
جو راہِ شوق میں چلتے ہیں رہنما کی طرح

○

اِس طرح اب زینتِ محراب و منبر چاہیے
ذکرِ عترت شاملِ نعتِ پیمبر چاہیے
عظمتِ اسلام کا پہلا سا منظر چاہیے
ہم کو منشورِ محمد شانِ حیدر چاہیے
حسنِ گلزارِ نبی منظر بہ منظر چاہیے
اِک بہارِ کیف ساماں زندگی بھر چاہیے
جس جگہ انسان ہو جاتا ہے خود سے بے نیاز
اُس بلندی کے لئے فکرِ ابوذر چاہیے
تجرباتِ زندگی صدیوں سے کہتے آئے ہیں
بنتِ حوا کے لئے زہرا کی چادر چاہیے
جب جمالِ ذات کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں
حرف مجھ کو نعتِ مصطفیٰ کا وہ سمندر چاہیے

رباعی

جذبات میں گہرائی و گیرائی دے
الفاظ کو اعجازِ مسیحائی دے
توصیفِ رسولِ دوسرا کرنی ہے
یارب مجھے جبریل کی گویائی دے

○

رقص کناں ہے یادِ مدینہ، اب مرے دل کی بات نہ پوچھو
بربطِ جاں پر چھیڑ رہا ہے، کون حسیں نغمات نہ پوچھو
ورق ورق پر چھاپ ہے جس کی، وحدت کے افسانے ہیں
ہے وہی یٰسیں ہے وہی طٰہٰ، اُس کی صفات و ذات نہ پوچھو
قافلے والو گلشنِ طیبہ، دُور نہیں ہے بڑھے چلو
اپنی بصارت کام میں لاؤ، میرے محسوسات نہ پوچھو
صحرا کو گلزار بنا دیں، قطرے کو دریا کر دیں
اُن کا کرم پھر اُن کا کرم ہے، اُن کے کرم کی بات نہ پوچھو
ہجرِ نبی میں زخم دلوں کے، جب بھی سُلگنے لگتے ہیں
کیا کیا پھول کِھلا جاتی ہے، اشکوں کی برسات نہ پوچھو
میرا غرورِ آبلہ پائی، آج شعور انداز ہوا
اُن کے قدم کی خاک ہے سر پر، اب میری اوقات نہ پوچھو
عرصۂ ہستی عرصۂ محشر، بن جائے یا شاہِ اُمم
مار ہی دیں آلامِ زمانہ، تم جو ہماری بات نہ پوچھو
کیا غمِ ہستی کیا غمِ عقبیٰ، اپنا بھی کچھ ہوش نہیں
ہر دم غرقِ عشقِ نبی ہے، عارفؔ کے جذبات نہ پوچھو

○

آنکھ جو کھولی شہرِ نبی میں ، روح نے کیا کیا منظر دیکھے
حوریں دیکھیں در کی کنیزیں ، اور فرشتے نوکر دیکھے

اُن کی غلامی وجہِ شرف ہے ، اُن کی غلامی پانے والے
اعلیٰ دیکھے بالا دیکھے ، بہتر دیکھے برتر دیکھے

نور کی بارش دیدہ و دل پر ، جب بھی ہوئی بھرپور ہوئی
واہ مری تقدیر کہ میں نے ، لاکھوں لطفِ پیمبر دیکھے

جو بھی آئے آپ کے در پر ، جھولیاں بھر کر لوٹ گئے
مجھ کو بھی حسنین کا صدقہ ، میں نے کیوں یہ در در دیکھے

جب بھی کُھلا میخانۂ وحدت ، مستوں کا یہ حال ہوا
ساغرِ رحمت بھر بھر پائے ، فیضِ محمد اکثر دیکھے

یوں بھی سجا دربارِ رسالت ، یوں بھی نوازش عام ہوئی
ایسا برسا نورِ محمد ، ذرّے ماہِ منوّر دیکھے

کاش کوئی ایسی رُت آئے ، آقا کا اِشارہ مل جائے
جاگ اُٹھے اِس کا بھی مقدّر ، یہ بھی چہرۂ انور دیکھے

فاراں کی چوٹی سے جو اُبھرا ، سورج حق و صداقت کا
کیا کیا جلوے کیا کیا نمونے ، ہم نے عارفؔ بڑھ کر دیکھے

○

سجے ہوئے ہیں جبیں میں سجدے ، دلوں میں انوارِ مصطفیٰ ہیں
ہمیں تو اِس دورِ ابتلا میں ، متاعِ کردارِ مصطفیٰ ہیں

ہیں اُن کی ہستی کے کتنے پہلو ، جو لوگ غم خوارِ مصطفیٰ ہیں
کہیں مبلّغ کہیں مُجاہد ، کہیں پہ انصارِ مصطفیٰ ہیں

مٹا دیئے سب نقوشِ کثرت ، چمک اُٹھا آفتابِ وحدت
کتابِ فطرت کے ہر ورق پر ، خطوطِ پُرکارِ مصطفیٰ ہیں

جہانِ بے رنگ کو سنوارا ، دیا پیامِ نشاطِ ہستی
جِلا دیئے ٹھوکروں سے مُردے ، یہی وہ بیمارِ مصطفیٰ ہیں

ہے کتنی رنگیں ہے کتنی دلکش ، عبادتِ زائرانِ طیبہ
زباں پہ والشمسُ والضحیٰ ہے ، نظر میں رُخسارِ مصطفیٰ ہیں

چراغِ راہِ نجات بن کر ، شعاعِ مہرِ حیات بن کر
کہیں پہ اقوالِ مصطفیٰ ہیں ، کہیں پہ افکارِ مصطفیٰ ہیں

ہزار تہمت لگائے کوئی ، ہزار الزام آئیں عارفؔ
ہمیں مٹائے گا کیا زمانہ ، کہ ہم پرستارِ مصطفیٰ ہیں

یہی سوچ میرا شعور ہے ، یہی زندگی کا مدار ہے
جو فقیرِ شاہِ حجاز ہے ، وہ امیرِ یومِ شمار ہے
جو تمہاری زُلف کا خم نہ ہو ، جو تمہارا نقشِ قدم نہ ہو
جو تمہارے رُخ کی پھبن نہ ہو ، تو بہار خاک بہار ہے
جہاں سر بہ خم ہیں بلندیاں ، جہاں سجدہ ریز ہے قیصری
جہاں جلوہ بار ہے داوری ، وہ حبیبِ حق کا دیار ہے
تری عظمتوں کا حساب کیا ، تری رفعتوں کا جواب کیا
جسے حُسنِ باغِ جناں کہیں ، تری رہ گزر کا غُبار ہے
جو تری گلی سے نکل گیا ، وہ غموں کی دھوپ میں جل گیا
وہاں خار بھی اُسے پھول تھا ، یہاں پھول بھی اُسے خار ہے
جو ہراک بشر سے ہے معتبر ، جو ہراک بشر سے ہے مفتخر
وہ خدا کا رنگِ صفات ہے ، وہ خدا کے نور کی دھار ہے
جہاں رحمتوں کا ہجوم ہے ، مجھے اُس دیار میں لے چلو
کہ وہ سالکوں کا سکون ہے ، کہ وہ عارفوں کا قرار ہے

اُدھر منتظر ہے عطائے محمد ، اِدھر اُن کو میری نظر ڈھونڈتی ہے
مجھے لے چلو اب دیارِ نبی میں ، دیارِ نبی پھر دیارِ نبی ہے
ہے فیضانِ حضرت تو ہر وقت جاری ، نہ کوئی کمی تھی نہ کوئی کمی ہے
ہمیں کو نہیں مانگنے کا سلیقہ ، عطا اُن کی بخشش پہ مچلی ہوئی ہے
نظر میں سمایا ہوا ہے مدینہ ، بھلا ڈوب سکتا ہے اپنا سفینہ؟
نہ گھبراؤ طوفانِ بحرِ الم سے ، محمد کا لطف و کرم دائمی ہے
نہ کچھ رنجِ دنیا نہ کچھ خوفِ عقبیٰ ، وہ کھولیں گے اب آنکھ خلدِ بریں میں
جگائے گا کیا اُن کو صورِ قیامت ، جنہیں اُنکے قدموں پہ نیند آگئی ہے
سجائیں نہ کیوں آج بزمِ تمنا ، کہ آیا ہے ہم کو نبی کا بُلاوا
محبت نے پھر بربطِ دل کو چھیڑا ، نگاہِ عقیدت غزل گا رہی ہے
یہ کس نے مدینے کا چھیڑا ترانہ ، مؤدب ہوا جا رہا ہے زمانہ
نہ پوچھو مری عظمتوں کا ٹھکانہ ، کہ ساری خدائی جُھکی جا رہی ہے
نہ گلشن سے مطلب نہ صحرا کی خواہش ، نہ درکار اپنے جنوں کی نمائش
غمِ رنگ و نکہت نہیں مجھ کو عارفؔ ، کلی میرے دل کی کِھلی جا رہی ہے

○

تأملِ معراجِ مصطفیٰ بھی ، لکھا ہوا دل کے باب میں ہے

اِدھر سے اُمت سوال میں ہے، اُدھر سے جنت جواب میں ہے

اب اُس کی عظمت کا پوچھنا کیا ، کہ منزلِ کامیاب میں ہے

جو روزِ اوّل سے تا قیامت ، نگاہِ عالی جناب میں ہے

نبی کی بابت یہ فیصلہ بھی ، سُطورِ اُم الکتاب میں ہے

ہر اِک لطافت نگاہ میں ہے، ہر اِک صداقت خطاب میں ہے

اُسی کا فیضان ہے جہاں میں ، اُسی کا عرفان ہے جہاں میں

شعاعِ شمعِ حرا کی تابش ، جو انجم و ماہتاب میں ہے

خرد نے محسوس کر لیا ہے ، جنوں کو محسوس ہو رہا ہے

کہ پرتَوِ مصطفیٰ یقیناً ، شبابِ اُم الکتاب میں ہے

ہو کوئی منظر ہو کوئی منزل ، مگر کوئی اِس میں شک نہیں ہے

مری جوانی مری ضعیفی ، رسول کے احتساب میں ہے

ضیائے انوارِ مصطفیٰ خود ، یہ کہہ رہی ہے بہ نازِ جلوہ

ابھی قیامت میں دیر ہے کچھ ، ابھی قیامت حجاب میں ہے

ہوئی جو ابرِ کرم کی بارش ، رہا نہ داغِ گناہ دل پر

تری عطا کے مقابلے میں ، مری خطا کس حساب میں ہے

مرے مرض کا علاج عارفؔ ، ہے چشمِ سردارِ انبیاء میں

نویدِ بخشش بہ شانِ رحمت ، مری دُعا کے جواب میں ہے

ایماں نظر آیا

دل سازِ تمنا پہ غزل خواں نظر آیا

بشاش مریضِ شبِ ہجراں نظر آیا

سامانِ طرب تا حدِ امکاں نظر آیا

عشقِ شہِ دیں حاصلِ ایماں نظر آیا

ہم کو تو اِسی درد میں درماں نظر آیا

☆

انوارِ خدا فرشِ زمیں پر اُتر آئے

جیسے شبِ تاریک میں رنگِ سحر آئے

ہر منزلِ احساسِ طلب سے گزر آئے

جبریل بھی انگشت بدنداں نظر آئے

اللہ کے نزدیک جب انساں نظر آیا

☆

وہ گنبدِ خضریٰ ، وہ نظارے ، وہ فضائیں

وہ رقصِ بہاراں ، وہ گلستاں کی ادائیں

وہ غنچۂ نورس کے چٹکنے کی صدائیں

اُس عالمِ رنگیں کو بھلا کیسے بھلائیں

کانٹا بھی جہاں اِک گُلِ خنداں نظر آیا

فردوسِ آرزو

بالاتفاق عرش کا زینہ کہیں جسے
اِک اصطلاحِ خاص میں مینا کہیں جسے
دریائے معرفت کا سفینہ کہیں جسے
تشریحِ ذوقِ دیدۂ بینا کہیں جسے
فردوسِ آرزو ہے مدینہ کہیں جسے

☆

میرے خیال و فکر کا عنواں یہی تو ہے
رعنائیِ حیات کا ساماں یہی تو ہے
غنچہ یہی تو ہے گُلِ خنداں یہی تو ہے
گلشن نما ہیں جس کے بیاباں، یہی تو ہے
رشکِ بہارِ وادیٔ سینا کہیں جسے

☆

طلعت میں طلعتِ مہ و اختر سے کم نہیں
سیرت میں عطر بیزیٔ عنبر سے کم نہیں
صورت میں دلکشیٔ گُلِ تر سے کم نہیں
وسعت میں نکہتوں کے سمندر سے کم نہیں
سرکارِ دو جہاں کا پسینہ کہیں جسے

☆

ٹوٹے ہوئے دلوں کے سہارے لئے ہوئے
چشمانِ مصطفیٰ کے اشارے لئے ہوئے
اندازِ حُسن سارے کے سارے لئے ہوئے
اپنے جلو میں چاند ستارے لئے ہوئے
مقصودِ ہر نظر ہے مدینہ کہیں جسے

☆

جھوٹی حکایتیں ہیں نہ جھوٹی نمائشیں
پلتی نہیں دلوں میں زمانے کی خواہشیں
ہے جاں کے دشمنوں پہ بھی رحمت کی بارشیں
یعنی شعارِ مصطفوی کی نوازشیں
ہم اپنی زندگی کا قرینہ کہیں جسے

☆

عارفؔ پڑھے گا دل کی غزل اُس دیار میں
کھلتے ہیں حسرتوں کے کنول اُس دیار میں
اے شوقِ دید جھوم کے چل اُس دیار میں
ہے بات جب! کہ جا کے مچل اُس دیار میں
بے نام رحمتوں کا خزینہ کہیں جسے

☆☆☆

منقبت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ

حقیقت میں نبی کے رُتبہ داں صدیقِ اکبر ہیں
یقیناً اِک بہارِ بے خزاں صدیقِ اکبر ہیں

جہاں نظریں نہیں پہنچیں وہاں صدیقِ اکبر ہیں
زمیں پر ہیں مگر اِک آسماں صدیقِ اکبر ہیں

بہر صورت بہر منزل بہر جادہ بہر عنواں
نبی کے دین کو راحت رساں صدیقِ اکبر ہیں

اُنہیں کی ذات ہے آماجگاہِ مرضیٔ مولا
کہ سُرخیٔ حیاتِ جاوداں صدیقِ اکبر ہیں

کوئی کیا پا سکے گا عظمت و عزّ و شرف اُن سا
نگاہِ مصطفیٰ سے بھی عیاں صدیقِ اکبر ہیں

عمر سے تا علی موجز بیاں ہیں بزمِ ہستی میں
غرض ہر زاویے سے نکتہ داں صدیقِ اکبر ہیں

جہاں پر ختم ہوتی ہیں حدیں شانِ رسالت کی
وہاں پر بھی برائے امتحاں صدیقِ اکبر ہیں

بڑھی جب بیخودیٔ عشقِ فطرت ہم نے یہ دیکھا
میانِ محفلِ کرّوبیاں صدیقِ اکبر ہیں

مسلسل محو ہیں وہ پرتوِ روئے محمد میں
کوئی عارف بتائے کیا کہاں صدیقِ اکبر ہیں

منقبت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

عمر اوّل سے آخر تک محبت ہی محبت ہیں
مگر جب دیں پہ حرف آئے تو آفت ہیں قیامت ہیں

سواری پر غلام اور آپ پیدل عدل تو دیکھو
عمر اِس مرحلے پر بھی وقارِ آدمیت ہیں

زمانے میں لقب فاروقِ اعظم پڑ گیا جن کا
وہ عرفانِ نبوت ہیں وہ اعلانِ نبوت ہیں

خدا سے اُن کو مانگا ہے نبی نے ہاتھ پھیلا کر
عمر دراصل ترویجِ رسالت کی ضرورت ہیں

خدا اور مصطفیٰ کے بعد دنیائے تگ و دو میں
عمر ہر زاویے سے وارثِ قرآن و سنت ہیں

گواہی دے رہی ہے خود اذاں دیوارِ کعبہ سے
عمر فاروقِ اعظم مظہرِ شانِ رسالت ہیں

بظاہر اِک مذاقِ محض ہے معذولیِ خالد
مگر تاریخ میں فاروق ممتازِ سیاست ہیں

عمر کی منقبت میں کیا زباں کھولے کوئی انساں
شرافت ہی شرافت ہیں فضیلت ہی فضیلت ہیں

زبانِ خلق پر ہے تذکرہ فاروقِ اعظم کا
کہ عارف بس یہی تو حاصلِ حرف و حکایت ہیں

منقبت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم

ولایت سے عیاں شانِ کرامت ہوتی جاتی ہے
علی کی گفتگو قانونِ قدرت ہوتی جاتی ہے
علی کی ذات عنوانِ رسالت ہوتی جاتی ہے
امامت جزوِ منشائے نبوت ہوتی جاتی ہے
مری جتنی غمِ حیدر سے نسبت ہوتی جاتی ہے
اِسی نسبت سے دنیا بے حقیقت ہوتی جاتی ہے
مری آہ و بکا کی قدر و قیمت ہوتی جاتی ہے
کہ یہ بھی شاملِ فردِ عبادت ہوتی جاتی ہے
علی کی شخصیت کے کُھل رہے ہیں بدر میں جوہر
جدھر تلوار اُٹھتی ہے قیامت ہوتی جاتی ہے
شبِ ہجرت علی اوڑھے ہوئے ہیں چادرِ احمد
اِسی پردے میں تکمیلِ محبت ہوتی جاتی ہے
نجف جانے نہیں دیتیں مری ناداریاں مجھ کو
یہ مجبوری کلیدِ بابِ جنت ہوتی جاتی ہے
کہاں عارف ! کہاں توصیفِ حیدر کی فراوانی
زباں پھر قاصرِ حرف و حکایت ہوتی جاتی ہے

منقبت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا

بالواسطہ ملا کہ بلا واسطہ ملا
مثلِ علی بتول کو رُتبہ سِوا ملا
دل کو جو حُبِ شیرِ خدا کا مزا ملا
قطرہ تڑپ کے وسعتِ دریا سے جا ملا
اے دشمنِ علی تو نظر تو ذرا ملا
دنیا تجھے ملی مجھے بختِ رسا ملا
رسوائیوں کی گرد میں چہرہ چھپا ملا
اے دشمنانِ بنتِ نبی تم کو کیا ملا
ہر سمت کربلا میں خموشی ملی ہمیں
لیکن ضمیرِ نوعِ بشر جاگتا ملا
زہرا ہیں افتخارِ محمد کی بازگشت
اے بدنصیب اِن سے نہ دستِ جفا ملا
طیبہ ہو، سامرا ہو، نجف ہو کہ کربلا
ہم کو جمالِ آلِ نبی بر مَلا ملا
ہجوِ یزید اور ثنا اہلِ بیت کی
تو زہر میں نہ دردِ جگر کی دوا ملا
عارف یہ منزلیں بھی عجیب و غریب ہیں
حیدر ملے، رسول ملے، پھر خدا ملا

○

مجھ پہ یوں برسا سحابِ لطفِ سرور دیکھنا
بند ہیں آنکھیں مگر پھر بھی برابر دیکھنا

ہے اگر منظورِ خاطر شانِ حیدر دیکھنا
لمحۂ تنہائی میں تاریخ اُٹھا کر دیکھنا

ہے کوئی سبطِ پیمبر کے برابر دیکھنا
ہو اگر ایماں تو شانِ ابنِ حیدر دیکھنا

چھیڑ کر اِک بار ذکرِ دردِ سرور دیکھنا
نوکِ خامہ سے جو اُبلیں گے سمندر دیکھنا

جرأتِ عون و محمد کا یہ منظر دیکھنا
گردشِ ایام کو تیور بدل کر دیکھنا

اُن کے رُتبے بڑھ نہیں سکتے نگاہِ وقت میں
جن کی فطرت میں نہیں نبضِ مقدّر دیکھنا

کہہ رہا ہو گا یقیناً کان میں صبرِ حسین
موت کی صورت کو اصغر مسکرا کر دیکھنا

گرمیِ افکار سے شیشے پگھل جائیں اگر
دل کے زخموں میں شبیہِ ابنِ حیدر دیکھنا

مدحِ سبطِ مصطفیٰ میں جب قلم چلنے لگے
ذہن میں الفاظ کے دفتر کے دفتر دیکھنا

کہہ رہی ہے کربلا میں عظمتِ خونِ حسین
اب کہاں ہیں خولی و شمرِ بد اختر دیکھنا

لکھ چکے جب حضرتِ عباس کے شانوں کا حال
اے مؤرخ بازوئے سبطِ پیمبر دیکھنا

لوگ کہتے ہیں تجھے عارفؔ غلامِ اہلِ بیت
اب ذرا تابانیِ نجمِ مقدر دیکھنا

○

قابو میں جو یہ قلبِ جنوں کوش نہیں ہے
دیوانۂ شبیر کو کچھ ہوش نہیں ہے

اس بزم میں میں کیا کہ کبھی نالہ بلب ہیں
یہ شمعِ فروزاں بھی تو خاموش نہیں ہے

کیا پوچھتے ہو مرتبۂ حُر کی بلندی
مرتا ہے مگر موت در آغوش نہیں ہے

قربانیِ شبیر نہ بھولے گا زمانہ
اِس خوں میں کوئی عنصرِ خاموش نہیں ہے

شبیر پہ الزامِ سیاست نہ لگاؤ
اسلام کی تاریخ ابھی خاموش نہیں ہے

اے شمرِ لعیں کعبۂ اطہر کی طرف دیکھ
شہ کس کے نواسے ہیں تجھے ہوش نہیں ہے
وہ فوج کی کثرت ہو کہ قلت انھیں کیا غم
اپنے ہی سر و تن کا جنھیں ہوش نہیں ہے
سالک ہو کہ عارفؔ ہو مسلماں ہو کہ مشرک
کوئی غمِ سرور سے سبکدوش نہیں ہے

○

فنا کو رنگِ بقا دے گئے خودی کی قسم
حسین آج بھی زندہ ہیں زندگی کی قسم
ہے ایک درسِ وفا بخششِ شہادتِ حُر
علی کے لال تری بندہ پروری کی قسم
ریاضِ خلقِ نبی کو لہو سے سینچیں گے
حسین ابنِ علی ہم کو آپ ہی کی قسم
ہمیں ہیں حاملِ اسرارِ شاہِ کرب و بلا
ہمیں ہیں واقفِ ابنِ علی علی کی قسم
سکھائے ہیں ہمیں آدابِ بندگی تو نے
حسین ہم کو تری شانِ بندگی کی قسم

میں حادثاتِ جہاں کی ہنسی اُڑاتا ہوں
لبِ حسین پہ آئی ہوئی ہنسی کی قسم
نظر میں رقص کناں موجِ کوثر و تسنیم
زباں پہ سبطِ پیمبر کی تشنگی کی قسم
اَجل بھی آئے تو یوں آئے تیرے عارفؔ کو
تری گلی سے نہ اُٹھے تری گلی کی قسم

○

علی کے گھر کا منظر کس قدر پُر کیف منظر تھا
کوئی مہرِ درخشاں تھا کوئی ماہِ منوّر تھا
ہم اپنے ماننے والوں کو دوزخ سے بچالیں گے
ذرا سی جان کا یہ فیصلہ جھولے کے اندر تھا
سوالِ آب اِک تحریکِ فطری ہی سہی لیکن
نبی کے خانداں کا ہر پیاسا اِک سمندر تھا
حسین ابنِ علی ہر قلب کی آواز بن جائیں
یہی وجہِ شہادت تھی یہی منشائے داور تھا
تضادِ حق و باطل تشنگی سے بھی جھلک اُٹھا
اُدھر نظروں میں دریا تھا اِدھر قدموں میں کوثر تھا

چلے تھے دشمنانِ دیں کچھ اِس طرح مٹانے کو
کہ جیسے نام ابنِ مرتضیٰ حرفِ مکرّر تھا
بچا کر لے گیا طوفانِ غم سے حق پرستوں کو
اِک ایسا ناخدا جس پر نہ کشتی تھی نہ لنگر تھا
شرافت کیا، شجاعت کیا، طریقت کیا، شریعت کیا
تمہاری زیست کا ہر زاویہ کتنا برابر تھا
رہِ عرفاں سے عارفؔ کیا ہٹاتا کوئی سَرور کو
اُنہیں تو دامنِ کرب و بلا کانٹوں کا بستر تھا

○

کتنی ہی پیئے جھوم کے مستانۂ شبّیر
خالی کبھی ہوگا نہیں پیمانۂ شبّیر
اِس راز کو پہنچیں گے نہ بیگانۂ شبّیر
اِک زندہ حقیقت ہے یہ افسانۂ شبّیر
مایوس نہ ہوں تشنہ لبانِ مئے عرفاں
اب بند نہ ہوگا درِ میخانۂ شبّیر
ہم رونقِ جنّت کے بھی منکر نہیں لیکن
گلزاروں کا گلزار ہے ویرانۂ شبّیر

ہر طنز پہ کچھ سوچ کے خاموش ہے ورنہ
غافل نہیں حالات سے دیوانۂ شبّیر
جو چاہے پیئے کوثر و تسنیم رواں ہیں
کافر کی بھی جاگیر ہے میخانۂ شبّیر
اصغر کو سنبھالے ہوئے شہ کہتے تھے حق سے
اِک یہ بھی ہے منجملۂ نذرانۂ شبّیر
اللہ رے عقیدت کہ بلا قصدِ عبادت
دل جھکنے لگے خود طرفِ خانۂ شبّیر
مجھ کو بھی بلائیں گے کسی روز وہ عارفؔ
آئے گا مرے نام بھی پروانۂ شبّیر

○

یہ بھی احساں سہی منجملۂ احسانِ حسین
لُوٹ دو میرے ہی زخموں پہ نمک دانِ حسین
اُس سے پوچھے کوئی عز و شرفِ شانِ حسین
جس کو جنّت بھی ہے اِک گوشۂ ایوانِ حسین
میں بھی ہوں عقدہ کشائے ستمِ تیرہ شبی
میرے سینے میں بھی ہے مہرِ درخشانِ حسین

بس وہی راہِ صداقت سے بھٹک جاتے ہیں
جن کو معلوم نہیں منزلِ ایقانِ حسین

دیکھنا حاصلِ دیوانگیٔ عشقِ خدا
چاک ہو کر بھی سلامت ہے گریبانِ حسین

میں بھی دنیا میں ہی جنّت نظارہ کر لوں
کوئی مجھ کو بھی دکھا لائے بیابانِ حسین

یوں نکالے گئے بل گیسوئے محرومی کے
دوشِ احمد پہ کھلی زلفِ پریشانِ حسین

لاکھ طوفان بھی کترا کے گزر جائیں گے
بس اِسی طرح سے تھامے رہو دامانِ حسین

اب نہیں دل میں تمنا کوئی بس اِس کے سِوا
لوگ مجھ کو بھی کہیں عارفؔ عرفانِ حسین

☆

بالیدگیٔ فکر و نظر ہیں شبیر
ہاں ماحصلِ جذب و اثر ہیں شبیر
خود ڈھونڈ نکالیں گی نگاہیں میری
میں کس لئے پوچھوں کہ کدھر ہیں شبیر

○

فدا کی جان جس نے عظمتِ انساں بڑھانے کو
ابھی تک یاد کرتا ہے جہاں اُس کے گھرانے کو

یزید اب یاد آتا ہے تو نفرت سے زمانے کو
مگر یادِ حسین آتی ہے اشکِ خوں رُلانے کو

نمازِ عصر کی شہ نے ادا محرابِ مسجد میں
رہے گی یہ عبادت یاد محشر تک زمانے کو

قلم رُکتا ہے آنکھیں نم کلیجہ منہ کو آتا ہے
کوئی کیوں کر لکھے اے کربلا تیرے فسانے کو

کماں کی طرح غم سے خم کمر ہے سرورِ دیں کی
مثالِ تیر لیکن جا رہے ہیں سر کٹانے کو

زمینِ کربلا کو غیرتِ جنّت بنانا تھا
گلِ زَہرا چلے تھے گھر سے ویرانہ بسانے کو

سرِ نیزہ، سرِ شبّیر نے معراج پائی ہے
فنا کے بعد بھی نیچا دکھایا ہے زمانے کو

اُنہیں تلقینِ حق کرنی تھی تلواروں کے سائے میں
حسین ابنِ علی پیدا ہوئے تھے سر کٹانے کو

رہِ صبر و رضا میں شمعِ ہستی اپنی گل کر کے
منوّر کر دیا شبّیر نے عارفؔ زمانے کو

○

نہ سنتی حشر تک دنیا صدا اللہ اکبر کی
جو آڑے آ نہ جاتی جانفشانی ابنِ حیدر کی

نہیں اِک معجزے سے کم قیادت ابنِ حیدر کی
کہ جا پہنچی فرازِ عرش تک شہرت بہتر کی

جدا سر ہو تو ہو لیکن جبیں اُٹھے نہ سجدے سے
وہ کیا سجدے میں سجدہ ہے، رہے جس میں خبر سر کی

بہا کر اپنا خوں دیوارِ باطل منہدم کر دی
ذرا دیکھو تو یہ فہم و فراست ابنِ حیدر کی

حسین ابنِ علی اُمّت کا پردہ رکھ لیا تم نے
قسم دامانِ حیدر کی قسم زَہرا کی چادر کی

دمِ آخر بھی ہے حبِّ حسین ابنِ علی دل میں
چلا ہوں ساتھ لے کر اپنے قیمت خلد و کوثر کی

جبینِ عجز پائے سیّدِ والا پہ کیا رکھی
منور ہوگئیں تاریکیاں حُر کے مقدّر کی

شہِ کرب و بلا گھوڑے سے اُترے اور کیا سجدہ
پھر اُس کے بعد قسمت سوگئی شمرِ بداختر کی

نہ کی فاسق کی بیعت دے دیا سر دین کی خاطر
پسند آئی نہ عارفؔ بات شہ کو لشکرِ شر کی

○

شامیو رعب و جلالِ روئے اکبر دیکھنا
شانِ حیدر دیکھنا حسنِ پیمبر دیکھنا

حشر میں شانِ غمِ سبطِ پیمبر دیکھنا
گوہر آنسو کو تو داغِ دل کو اختر دیکھنا

عرش کا ٹوٹا ہوا کوئی ستارا تو نہیں
مضطرب ہے کون یہ جھولے کے اندر دیکھنا

حشر میں ہوں گے سیاہ کارانِ اُمت سُرخرو
رنگ لائے گا یہ خونِ ابنِ حیدر دیکھنا

ہے رواں گردن پہ خنجر اور سر اُٹھتا نہیں
کس قدر ہیں محوِ سجدہ ابنِ حیدر دیکھنا

کوششیں دنیا کیئے جائے مٹانے کے لئے
حشر تک باقی مگر دینِ پیمبر دیکھنا

ہائے وہ گرمی کا عالم وہ کمالِ تشنگی
اِس پہ پھر اصغر کا شہ کو مسکرا کر دیکھنا

دیکھنے کو آنکھ میں شبّیر کے آنسو نہیں
شان لانے کی اُٹھا کر نعشِ اکبر دیکھنا

چشمِ گریاں سے جو نکلے ہیں غمِ شبّیر میں
قدر اِن اشکوں کی عارفؔ روزِ محشر دیکھنا

یہیں تو دفن ہے ہر عظمتِ وفائے حسین
امینِ رازِ شہادت ہے کربلائے حسین

سمجھ سکا نہ کوئی منزلِ ادائے حسین
جو انتہائے ملائک وہ ابتدائے حسین

مٹا سکا نہ زمانہ یزید کیا معنیٰ
جہاں میں آج بھی محفوظ ہے صدائے حسین

جھکے گا سر کبھی اسلام کا نہ ذلت سے
کہ رفعتوں کی ضمانت ہے ارتقائے حسین

یہاں کی خاک کو خاکِ شفا بنانا تھا
وگرنہ کرب و بلا اور نقشِ پائے حسین

نجاتِ اُمتِ عاصی کا مل گیا پیغام
ابھی زباں پہ بھی آئی نہ تھی دعائے حسین

غذائے نارِ جہنم تھے اہلِ کوفہ و شام
وگرنہ کون سی حجت تھی ماورائے حسین

وہ حلقِ اصغرِ معصوم وہ نشانۂ تیر
تمام کرب و بلا کانپ اُٹھی سوائے حسین

بُھلا سکے گی نہ دنیا ابد تک اے عارفؔ
وفا کے رنگ میں ڈوبی ہوئی دعائے حسین

مشتاق ہے جو آپ کے دامن کی ہوا کا
بیمارِ محبت نہ دُعا کا نہ دوا کا

نغمہ جو چھیڑے سازِ محبت پہ وفا کا
محفل میں اُٹھے شور نہ کیوں صلّے علیٰ کا

میں ہوں درِ عباس ہے اور سجدۂ تعظیم
ایسے میں کہیں رُخ نہ بدل جائے ہوا کا

اے کرب و بلا اور ہی ہوتا ترا عالم
عباس کو مِل جاتا اگر اِذنِ وغا کا

اِک پیکرِ الطاف و عطا ایک وفا خو
ہے کفر تصوّر بھی یہاں لغزشِ پا کا

اُس خاک کی عظمت کا تعیّن ہو تو کیا ہو
جس خاک کے ذرّوں میں بھی عنصر ہے شِفا کا

اصغر ہوں کہ اکبر ہوں شہِ دیں ہوں کہ عباس
اِک سلسلۂ لامتناہی ہے وفا کا

عباس کی تلوار کے انداز تو دیکھو
در آئی صفوں میں اِسے مارا اُسے تا کا

کاش اُس کے غلاموں میں لکھا جاؤں میں عارفؔ
سالار ہے جو قافلۂ اہلِ وفا کا

○

تیغوں میں جب نبی کا نواسہ دکھائی دے
پھر کیوں نہ شش جہت میں اندھیرا دکھائی دے

میں پڑھ رہا تھا بزمِ حسینی میں منقبت
یارب مجھے یہ خواب دوبارہ دکھائی دے

آئے نہ جو نظر رُخِ زیبا حسین کا
قرآں کا ہر ورق ہمیں سادہ دکھائی دے

گزریں گے جب صراط سے شبیر خوں میں تر
ممکن ہے آفتاب بھی کالا دکھائی دے

یوں جھک گئے حسین تہہِ خنجرِ جفا
پرچم نبی کے دین کا اُونچا دکھائی دے

یا رب مجھے تو چہرۂ زیبا حسین کا
تا اعتبارِ دیدۂ بینا دکھائی دے

ہو آنسوؤں میں عکس رُخِ بو تراب کا
خوابوں میں کربلائے معلّیٰ دکھائی دے

پھر کیوں نہ آسمان سے برسے مئے طہور
بے آب جب نبی کا نواسہ دکھائی دے

سوزِ غمِ حسین جو اشکوں میں ضم نہ ہو
دامانِ کائنات سُلگتا دکھائی دے

کچھ ایسا انتظام ہی کر شمرِ بے حیا
ہمشیر کو نہ بھائی کا لاشہ دکھائی دے

عارفؔ وہ وقت بھی تو قیامت سے کم نہیں
تیروں کی زد پہ جب کوئی بچہ دکھائی دے

○

کربلا میں آب و تابِ روئے سرور دیکھ کر
کتنے سورج بجھ گئے ماہِ منوّر دیکھ کر

یوں نبی بولے رُخِ شبیر و شبر دیکھ کر
دل بہل جاتا ہے زہرا کے گلِ تر دیکھ کر

بحرِ کردارِ الٰہی کا شناور دیکھ کر
آج محبوبِ خدا خوش ہیں برادر دیکھ کر

طعنہ زن ہیں لوگ کیوں یہ حسنِ منظر دیکھ کر
ہم نے اپنایا ہے حیدر کو سمجھ کر دیکھ کر

رُک گئی نبضِ تشدد ، سوگیا جبرِ یزید
دشت میں بیداریٔ سبطِ پیمبر دیکھ کر

فتحِ خیبر کو زمانہ کھیل سمجھا ہے مگر
زورِ باطل گھٹ گیا بازوئے حیدر دیکھ کر

ہم کو جنت بخش دی خالق نے بے چون وچرا
لب پہ ذکرِ مرتضٰی آنکھوں میں گوہر دیکھ کر
ہیں گریباں چاک قدسی، چُپ ہیں محبوبِ خدا
ثانیِ زہرا کو بلوے میں کُھلے سر دیکھ کر
جب ثنا خوانِ حسینی میں پکارا جاؤں گا
مجھ کو عارفؔ بخش دیں گے خود پیمبر دیکھ کر

○

فوج دیکھی نہ سنی لشکرِ سرور کی طرح
کوئی حیدر کی طرح، کوئی پیمبر کی طرح
آج بھی شہپرِ جبریلِ امیں شاہد ہے
کوئی خیبر میں نہ تھا فاتحِ خیبر کی طرح
غمِ دنیا، غمِ عقبٰی، غمِ ہستی، غمِ مرگ
کون سا غم ہے مبارک غمِ سرور کی طرح
تم نے ہنگامِ شہادت بھی کیا وہ سجدہ
چبھ گیا سینۂ باطل میں جو نشتر کی طرح
وارثِ تیغِ ید اللہ کوئی ہے تو حسین
کون لڑتا پسرِ قاتلِ انتر کی طرح

ہے غمِ تشنگیِ سبطِ پیمبر لاریب
موجزن ہے جو مری روح میں کوثر کی طرح
ہم نے پوجا بھی اگر مرقدِ شبیر تو کیا
اپنا مسلک تو نہیں مسلکِ آذر کی طرح
شہ کا کردار میانِ حق و باطل عارفؔ
ہے کبھی موم کی صورت کبھی پتھر کی طرح

○

یہ بھی ہے ایک شانِ عنایت حسین کی
یکساں ہے ہم کو دُوری و قربت حسین کی
یہ لفظ داستانِ شجاعت کی جان ہیں
محرابِ تیغ اور عبادت حسین کی
آئیں کدھر ہیں آج امینِ متاعِ غم
محشر میں ڈھونڈتی ہے حمایت حسین کی
بغض و عناد کرب و بلا میں تھا روبکار
ورنہ کوئی الگ تھی شریعت حسین کی
عقلِ سلیم لعل و جواہر میں کھو گئی
شامی سمجھ سکے نہ فضیلت حسین کی

یکساں ہے اُن کا ظاہر و باطن بہر لحاظ
صورت سے مختلف نہیں سیرت حسین کی

سوچا ہزار جرأت عنواں سرشت نے
افسانہ بن سکی نہ حقیقت حسین کی

آئے گا حشر تک بھی نہ تابانیوں میں فرق
خوں سے جلی ہے شمعِ امامت حسین کی

عارفؔ ذرا یہ شانِ اِمامت بھی دیکھنا
ہے قاتلِ یذید شہادت حسین کی

○

سرِ کرب و بلا اِس طرح دو لشکر نکلتے ہیں
اِدھر دل سے دعائیں اُس طرف خنجر نکلتے ہیں

جنابِ حُر نے ثابت کردیا اشرارِ کوفہ پر
کہ اِس انداز سے دنیا کو ٹھکرا کر نکلتے ہیں

کوئی توصیفِ ابنِ مرتضیٰ میں کیا زباں کھولے
یہ وہ دریا ہے جس سے انگنت گوہر نکلتے ہیں

لبِ بے نطق سے اتمامِ حجّت کی گواہی کو
مشیّت کا اِشارہ پاکے اب اصغر نکلتے ہیں

جہاں پر تھک کے سوجاتی ہے انساں کی خوش اخلاقی
وہاں سے بھی بڑے اخلاص سے سَرور نکلتے ہیں

یہی کل سایۂ دامانِ رحمت کے امیں ہوں گے
جو اب بازارِ کوفہ میں برہنہ سر نکلتے ہیں

رضائے حق پہ راضی ہیں نبی کے خانداں والے
حدودِ عہد سے یہ لوگ کب باہر نکلتے ہیں

نگارِ زندگی کو کیا نوازیں جن کا ایماں ہے
کہ خوں میں ڈوبنے والے لبِ کوثر نکلتے ہیں

غمِ شبّیر سے ملتی ہے ہم کو دعوتِ گریہ
مگر عارفؔ کہیں ارمانِ چشمِ تر نکلتے ہیں

○

آفتابِ حشر کا کیا ڈر دلِ دلگیر میں
چین سے گزرے گی ظلِّ دامنِ شبّیر میں

شاہِ دیں نے بخش دی جنّت خطا کے ساتھ ساتھ
حُر سکندر سے بھی آگے بڑھ گیا تقدیر میں

مرگِ اکبر پر نہ روئے صبر کی یہ شان تھی
ورنہ کیا پتھر کا دل تھا پہلوئے شبّیر میں

مسکرا کر ڈال دیں باہیں گلے میں باپ کے
چھد گیا جب تیر آ کر گردنِ بے شیر میں

لب چپک جاتے ہیں اِس درجہ ہے شیریں اُن کا نام
کیا مزہ آتا ہے ذکرِ حضرتِ شبیر میں

رہ گئے دل تھام کر نعشِ برادر پر حسین
شکر کی تنویر تھی اِس ضبط کی تصویر میں

اُس کے باعث ہی نمازیں آج باقی ہیں حسین
کل جو سجدہ کر گیا تو سایۂ شمشیر میں

مدعی ہے حضرتِ سجاد کا ہر نقشِ پا
روحِ آزادی نہ ٹھہری حلقۂ زنجیر میں

رباعی

فطرت کبھی تبدیل نہیں ہوسکتی
اسلام کی تذلیل نہیں ہوسکتی
انوارِ محمد سے ہوئی ہے روشن
بے نور یہ قندیل نہیں ہوسکتی

○

چُنے گئے تھے عجب لوگ کربلا کے لئے
جئے خدا کے لئے مر گئے خدا کے لئے

رہِ حیات کے اِن تہ بہ تہ اندھیروں میں
چراغِ اُسوۂ شبیر ہے ضیاء کے لئے

یزیدیت سے محبت حسینیت سے گریز
یہ اختلاف ہے تجدیدِ کربلا کے لئے

سنو کہ عہدِ گزشتہ یہ دے رہا ہے صدا
حسینیت کی ضرورت ہے ارتقا کے لئے

درِ حسین پہ اِس شان سے ملا سب کچھ
کبھی لبوں کو نہ جنبش ہوئی دعا کے لئے

علی کے خون سے پھوٹی کرن محبت کی
علی کا خون ہی حد بن گیا وفا کے لئے

غمِ حسین دلوں میں سجائے بیٹھے ہیں
یہ آفتاب ہے تاریکیٔ فضا کے لئے

ہمارے اشک میں شامل ہے خونِ دل عارفؔ
یہ امتزاج اِک اعزاز ہے وفا کے لئے

رباعیات وقطعات

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books

☆

ڈالے ہوئے ماتھے پہ جو بل ملتے ہیں
حیدر سے کہاں اِن کے عمل ملتے ہیں
کیا محفلِ اغیار میں مولا کی تلاش
ناداں کہیں نالوں میں کنول ملتے ہیں

☆

آئینۂ اوصافِ پیمبر ہیں علی
لیکن حدِ ادراک سے باہر ہیں علی
پہلے شرفِ بنتِ پیمبر تو سمجھ
پھر فیصلہ کر کس کے برابر ہیں علی

☆

اُلفت میں جو دل نذرِ ستم ہوتا ہے
ہر حال میں پابندِ الم ہوتا ہے
اللہ رے غمِ سبطِ نبی کی تاثیر
جب غم نہیں ہوتا ہے تو غم ہوتا ہے

☆

عشقِ شہِ والا سے مدد لے کے چلو
دانا ہو تو یہ شمعِ لحد لے کے چلو
خوشنودیٔ رب ہو کہ رضائے حیدر
بخشش کے لئے کوئی سند لے کے چلو

☆

اللہ کی قدرت کا اشارہ ہیں علی
دریائے حقیقت میں کنارہ ہیں علی
اسلام کے بانی ہیں رسولِ اکرم
اسلام کی کشتی کا سہارا ہیں علی

☆

یہ بات بھی ناقص ہے کہ داور ہیں علی
یہ قول بھی باطل کہ پیمبر ہیں علی
ناقابلِ تردید ہے لیکن یہ یقیں
آئینۂ محمد ہیں تو جوہر ہیں علی

مفلس کو نوازیں تو سکندر کر دیں
ذرّات کو مہر و مہ و اختر کر دیں
حیدر کے کمالات کی حد ہے نہ حساب
بے زر کو نوازیں تو ابوذرؔ کر دیں

☆

زرگر بھی ہے خود لوٹ یہ وہ سونا ہے
سہ جائے جو ہر چوٹ یہ وہ سونا ہے
حیدر کے لئے فخرِ رسولاں نے کہا
جس میں نہیں کچھ کھوٹ یہ وہ سونا ہے

☆

حریصِ لعل و جواہر کا مدّعا یہ ہے
کہ ایک تیر سے سارا جہاں شکار کریں
عجیب لوگ ہیں یہ دشمنانِ آلِ نبی
انہیں سے بھیک بھی مانگیں انہیں پہ وار کریں

☆

ہمارے قلب کی زینت ہیں داغِ یادِ حسین
راہِ سبطِ پیمبر چراغ روشن ہیں
سبیئت کا مٹانا کوئی مزاق نہیں
کہ اُن کے نام کے گھر گھر چراغ روشن

خورشید کو ذرّات میں ضم کرتے ہیں
اوراقِ احادیث بہم کرتے ہیں
اُٹھ جائے گی خود کفر کے چہرے سے نقاب
شبیر وہ تاریخ رقم کرتے ہیں

☆

ہدیہ ہوئی بخشش کا شہادت تیری
ہے اُمّتِ احمد پہ عنایت تیری
باقی ہیں حسین اُن کی نمازیں اب تک
اللہ رے تہِ تیغ عبادت تیری

☆

یہ سلسلۂ ذوقِ نمو کس کا ہے
مینا ہے یہ کس کی یہ سبو کس کا ہے
کرتی ہے سوال آج بھی روحِ شبیر
اسلام کی رگ رگ میں لہو کس کا ہے

☆

منزل کبھی بدلی کبھی جادہ بدلا
فرزی کے بدلتے ہی پیادہ بدلا
باطل نے ہر اک چال چلی رُک رُک کر
شبیر نے لیکن نہ ارادہ بدلا

ہر جرم کی اِک وجہِ معافی ہیں حسین
اُمت کے گناہوں کی تلافی ہیں حسین
منجملۂ احسانِ شفاعت عارفؔ
محشر میں ہمارے لئے کافی ہیں حسین

☆

مشہورِ دو عالم ہے شفاعت جنکی
ہر قوم کے دل میں ہے محبت جنکی
ہم شام و سحر نام نہ لیں کیوں اُن کا
فدیہ ہے گناہوں کا شہادت جنکی

☆

طوفانِ غم و یاس کا منہ موڑ گئے
ہر قلب پہ اِک نقشِ وفا چھوڑ گئے
رُودادِ شہادت نے شہادت دی ہے
اِس باب میں شبیر قلم توڑ گئے

☆

ٹوٹے ہوئے دل جوڑ دیا کرتے ہیں
ہر رشتۂ غم توڑ دیا کرتے ہیں
کیا بیعتِ فاسق وہ کریں گے عارفؔ
جو وقت کا رُخ موڑ دیا کرتے ہیں

اندیشۂ غفلت کو مٹا کر سویا
بگڑا ہوا ہر کام بنا کر سویا
اے سبطِ پیمبر ترے سونے کے نثار
اسلام کی تقدیر جگا کر سویا

☆

شبیر اگر جنگ سے تنگ آجاتا
یوں گلشنِ توحید پہ رنگ آجاتا
بہتا نہ اگر خونِ شہیدانِ وفا
آئینۂ اسلام پہ زنگ آجاتا

☆

موجوں کے تھپیڑوں سے ہراساں نہ ہوا
طوفاں میں بھی منت کشِ طوفاں نہ ہوا
ہر چیز رہِ حق میں لُٹا دی عارفؔ
شبیر مگر بے سَرو ساماں نہ ہوا

☆

تصویرِ اجل میں رنگ بھرنا سیکھو
ہستی کے تعیّن سے گزرنا سیکھو
شبیر کا مفہومِ شہادت یہ ہے
جینے کی تمنا ہے تو مرنا سیکھو

اِک زندۂ جاوید حقیقت دے دی
جو چیز تھی شایانِ امامت دے دی
اے ابنِ علی تیرے کرم کے صدقے
حُر کو بھی ترس کھا کے شہادت دے دی

☆

سیّد بھی تھے اور آب سے محروم بھی تھے
خادم بھی تھے اسلام کے مخدوم بھی تھے
تاریخ کے تنقید نگاروں سے کہو
اِس فوج میں اِک اصغرِ معصوم بھی تھے

☆

حیدر کے گھرانے سے شناسائی ہے
مدّت سے اِسی در پہ جبیں سائی ہے
ہر چیز کو چھوتی ہے مری فکرِ رَسا
شبیر کی مدحت مری بینائی ہے

☆

فخرِ دل و جاں نازشِ دوراں ہیں حسین
ہر شعبۂ ہستی میں نمایاں ہیں حسین
دنیا میں شہیدوں کی کمی کیا عارفؔ
بلقیسِ شہادت کے سلیماں ہیں حسین

باطل کو کبھی حد سے گذرنے نہ دیا
شیرازۂ توحید بکھرنے نہ دیا
شبیر تھے وہ نبض شناسِ فطرت
خود مر گئے اسلام کو مرنے نہ دیا

☆

ہر سختیٔ دوراں سے لڑے رہتے ہیں
سینے پہ حوادث کے کھڑے رہتے ہیں
شبیر کی توقیر گھٹانے والو
جو لوگ بڑے ہیں وہ بڑے رہتے ہیں

☆

خاموش ہیں ہم دیر سے کیا ہوتا ہے
تاریخ کے اندھیر سے کیا ہوتا ہے
منصور و مظفر ہیں حسین ابنِ علی
لفظوں کے اُلٹ پھیر سے کیا ہوتا ہے

☆

جب جسم درِ آغوشِ اَجل جاتا ہے
کیسا ہی ارادہ ہو بدل جاتا ہے
شبیر وہاں پر بھی ہیں مصروفِ عمل
انساں جہاں کترا کے گزر جاتا ہے

دنیا پہ عجب رنگ ہے رعنائی ہے
خود چشمِ تماشا بھی تماشائی ہے
مسرور ہیں حیدر تو پیمبر خوش ہیں
شبیر کی صورت میں بہار آئی ہے

☆

شیرینیٔ اسرارِ نہاں چوسی ہے
قرآن و احادیث کی جاں چوسی ہے
کیا آنکھ ملائے گی اجل سرور سے
سرور نے محمد کی زباں چوسی ہے

☆

مجبور کو مختار بنا دیتے ہیں
سائل کو توقع سے سِوا دیتے ہیں
کیا اُن کی نگاہوں میں بچے گا پانی
جو خون کے پیاسوں کو دُعا دیتے ہیں

☆

سرور و کیف کے مظہر ہیں روز و شب اپنے
کبھی خیالِ علی ہے کبھی خیالِ نبی
مجال کیا کہ جہنم جلا سکے مجھ کو
مرے خمیر میں شامل ہے حُبِ آلِ نبی

مرا دعویٰ ہے لوہے پر ملمع ہو نہیں سکتا
جہالت ساتھ دے سکتی نہیں فہم و فراست کا
لبِ خاموش سے کرب و بلا آواز دیتی ہے
وفا دشمن کہاں تک منہ چرائیں گے حقیقت کا

☆

عجیب شان ہے دربارِ ابنِ حیدر کی
کہ فاصلوں میں بھی کیفِ حضور ملتا ہے
درِ حُسین پہ آئے ہیں اِس یقین کے ساتھ
یہیں سے حق نگری کا شعور ملتا ہے

☆

درود پڑھ کے جو میں نے لکھا سلام نیا
دیا رسول نے حُبِ علی کا جام نیا
پکاریئے مجھے شبیر کے حوالے سے
نہ اُن کا نام نیا ہے نہ میرا نام نیا

☆

عفت کے لبادوں میں پلید آئے ہیں
ابلیس کے دیرینہ مُرید آئے ہیں
چہروں کی سیاہی کو چھپانے کے لئے
قرآن بدست ابنِ یزید آئے ہیں

کیوں ڈھونڈتا پھرتا ہے سہارے اسلام
دنیا کے مصائب سے نہ ہارے اسلام
کھل جائے ابھی فرقِ یزید و شبیر
منبر سے ذرا ہٹ کے پکارے اسلام

☆

نہ دیر کر مرے ساقی مجھے شتاب پلا
رہے نہ کوئی شکایت علی الحساب پلا
اُتر نہ جائے کہیں نشۂ ولائے حسین
حقیقتوں سے نچوڑی ہوئی شراب پلا

☆

بہ اِلتفاتِ پیمبر ہے نور کی بارش
بہ فیضِ فاتحِ خیبر چراغ روشن ہیں
ہے آنکھ بند تو کچھ غم نہیں مجھے عارفؔ
کہ میرے دل میں بہتر چراغ روشن ہیں

☆

منزلِ مرضیٔ اَحد میں رہیں
کیا ضروری ہے ردّ و کد میں رہیں
ناشناسانِ حیدرِ کرّار
یہی بہتر ہے اپنی حد میں رہیں

ہر منزلِ مشکل سے گزر جاتا ہے
تکمیلِ نظامِ دہر کر جاتا ہے
قرآن سے ثابت ہے حیاتِ جاوید
یہ کس نے کہا شہید مر جاتا ہے

☆

تصدیقِ عبادت ہے یہ سجدہ کیا ہے
ہے موت بھی حیراں کہ معمہ کیا ہے
سَر رکھ کے تہِ تیغ درِ آغوشِ سکوں
شبیر یہ کہتے ہیں کہ دنیا کیا ہے

☆

جس نے طرفِ امن پکارا ڈوبا
طوفانِ حوادث میں کنارا ڈوبا
یہ خون میں ڈوبے ہیں حسین اے عارفؔ
یا شمر کی قسمت کا ستارا ڈوبا

☆

ایمانِ مکمل کی علامت ہیں حسین
احکامِ شریعت کی وضاحت ہیں حسین
اِسلام کی تقدیس ہے کردار اُن کا
اللہ کی عظمت پہ دلالت ہیں حسین

ظاہر میں تو پابندِ مکاں ہیں شبّیر
باطن میں مگر موجِ رواں ہیں شبّیر
ہے کرب و بلا اپنی نظر کا محور
ورنہ کسے معلوم کہاں ہیں شبّیر

☆

خوشنودیٔ محبوبِ اَحد مانگتے ہیں
شبّیر کے بچپن سے مدد مانگتے ہیں
پایا ہے امامت کو جو مائل بہ کرم
''فاروق'' غلامی کی سند مانگتے ہیں

☆

مقتل میں نئی شان دکھاتے ہیں حسین
اللہ سے بندوں کو ملاتے ہیں حسین
اِک آخری سجدے کا سہارا لے کر
اِسلام کو اِسلام بناتے ہیں حسین

☆

مقتل میں کھلا ہم پہ یہ رازِ شبّیر
مسجد ہی نہ تھی جائے نمازِ شبّیر
معراجِ عبادت نہ ہو کیوں ہر سجدہ
صد نازِ امامت ہے نیازِ شبّیر

ماضی کے ہر اِک ظلم وستم کو بھولے
طیبہ سے جدائی کے الم کو بھولے
ہر چیز بھلادی طلبِ مولا نے
لیکن کبھی شبّیر نہ ہم کو بھولے

☆

اِس چاہ سے آغوشِ قضا تک پہنچے
جیسے کوئی بیمار دوا تک پہنچے
پہنچا نہ کوئی اُن کی پہنچ کو عارفؔ
اِک سانس میں شبّیر خدا تک پہنچے

☆

حیدر نہ ملے اُس کو پیمبر نہ ملے
جس کو غمِ شبّیر کے گوہر نہ ملے
کیا خاک ملے گی اُسے جنّت عارفؔ
جس شخص کو یہ زخم بہتر نہ ملے

☆

تلخی میں حلاوت کا مزہ ملتا ہے
قطرے ہی سے دریا کا پتہ ملتا ہے
حسنین کے ملنے سے نبی ملتے ہیں
مل جائیں پیمبر تو خدا ملتا ہے

ہر طرح نمایاں ہیں ادائے شبّیر
شبّیر ہیں خود عقدہ کشائے شبّیر
ہر زخم کو اکسیر ہے مرہم اُن کا
ہر غم کا مداوا ہے دوائے شبّیر

☆

ہر قلبِ مسلماں کی حرارت ٹھہرے
گل ہائے عقیدت کی لطافت ٹھہرے
ہے نصرتِ باطل بھی ہزیمت بردوش
شبّیر ہی حقدارِ خلافت ٹھہرے

☆

یوں سر کو تہہِ خنجرِ قاتل رکّھا
اِک اور قدم جانبِ منزل رکّھا
اِس شان سے شبّیر گئے پیشِ خدا
سجدہ بھی شہادت کے مقابل رکّھا

☆

ہر شام میں آثارِ سحر ہیں شبّیر
ہر صبح میں تسکینِ نظر ہیں شبّیر
پیغام یہ دیتا ہے ہمیں رنگِ شفق
دنیا میں نہیں آج ، مگر ہیں شبّیر

سرمایۂ فیضانِ رسالت ہیں حسین
گنجینۂ اَسرارِ امامت ہیں حسین
کتنے ہی فسانوں کو جنم دے دنیا
ناقابلِ تردید حقیقت ہیں حسین

☆

کیا جانیے کیا ہوتی جہاں کی صورت
ہر ذہن میں تھی وہم وگماں کی صورت
شبّیر کے دم سے ہے بہارِ اِسلام
شبّیر نے بدلی ہے خزاں کی صورت

☆

ذرّے کا جنوں شمس وقمر تک پہنچا
حُر سبطِ پیمبر کی نظر تک پہنچا
جھونکا جو نسیمِ صمدی کا آیا
اِک خار بھی شاخِ گُلِ تر تک پہنچا

☆

قائم ہیں نشانِ رہِ منزل کی طرح
باقی ہیں پیامِ لبِ ساحل کی طرح
توقیرِ امامت کا تعیّن کیا ہو
شبّیر تو ہردوں میں ہیں اِک دل کی طرح

مرثیہ اول

”مرحلے“

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books

۱

انساں کو جب ازل کی شرافت عطا ہوئی
گھبرا گئے ملک بھی وہ عزت عطا ہوئی
دستارِ افتخار بہ عجلت عطا ہوئی
بس انتہا یہ ہے کہ خلافت عطا ہوئی

جو آبروئے کُن ہے وہ جوہر دیا گیا
لیکن بہ اختلاف مقدّر دیا گیا

۲

قدسی بہ احترامِ بشر دیکھتے رہے
جو کچھ ہوا بنامِ بشر دیکھتے رہے
حیرت سے احتشامِ بشر دیکھتے رہے
ہر شے ہوئی غلامِ بشر دیکھتے رہے

سجدے کا حکم اور اِک انساں کے واسطے
جھکنا پڑا نیابتِ یزداں کے واسطے

۳

آخر زمیں کی سمت چلا کاروانِ زیست
چھیڑی مہ و نجوم نے بھی داستانِ زیست
دشت و جبل بنائے گئے میزبانِ زیست
صدیوں کے فاصلوں سے بڑھے رہروانِ زیست

آغاز ہوگیا سفرِ ماہ و سال کا
ہونے لگا ظہور خدا کے کمال کا

۴

ڈالی کمند ذہنِ بشر نے خدائی پر
مغرور ہو گیا یہ خرد کی رسائی پر
کاجل لگا کے عقل کی رنگیں ادائی پر
سرسوں بھلائیوں کی جمادی بُرائی پر

ابلیسیت کی روح کو مہمیز کر دیا
یعنی حماقتوں کا عمل تیز کر دیا

۵

ہر موجِ ناشناس کو پتوار دی گئی
ناطاقتی کے ہاتھ میں تلوار دی گئی
خاموشیوں کو فطرتِ گفتار دی گئی
تاجر کو آبروئے خریدار دی گئی

ڈھونڈا فرار راہِ عذاب و ثواب سے
ذرّے بھی بات کرنے لگے آفتاب سے

۶

اُٹھا کوئی دماغِ حکومت لئے ہوئے
ٹھوکر میں کوئی زعمِ امارت لئے ہوئے
چمکا کوئی شعاعِ مروّت لئے ہوئے
خوش تھا کوئی مذاقِ محبت لئے ہوئے

کوئی مقدّرات کے گھیرے میں آگیا
اور کوئی زندگی کے اندھیرے میں آگیا

۷

ٹھہرا تضادِ ذات ہی معیارِ زندگی
تاریکیوں میں کھو گئے انوارِ زندگی
دُھندلا کے رہ گئے لب و رخسارِ زندگی
مجروحِ اختلاف تھا پندارِ زندگی

حرفِ یقیں رہا نہ کسی کی زبان پر
بنیاد انتشار نے رکھی گُمان پر

۸

کھولے منافقت نے دریچے نئے نئے
اسلام دشمنی کے طریقے نئے نئے
عنوانِ اختلاف تراشے نئے نئے
اُوڑھے مُنافرت نے لبادے نئے نئے

جذبوں کو ہیر پھیر کی بھٹی میں ڈال کر
ابلیس خوش تھا دل کی تمنا نکال کر

۹

مسجد میں اختلاف عبادت میں اختلاف
تاریخ ساز حرف و حکایت میں اختلاف
اقوالِ مصطفیٰ کی روایت میں اختلاف
حد ہوگئی کہ عہدِ نبوت میں اختلاف

مفلوج کر کے ذہنِ مشیت شناس کو
میزاں حقیقتوں کا بنایا قیاس کو

۱۰

انعامِ کردگار کی صورت تھی زندگی
ہر چند اِک صحیفۂ رحمت تھی زندگی
وہ ذاتِ پاک جس کی بدولت تھی زندگی
اُس کے بغیر ایک قیامت تھی زندگی

تعظیم و احترام کی سرحد بنا دیا
حمدِ خدا نے جس کو محمد بنا دیا

۱۱

شامِ ابد کا رنگ وہ صبحِ ازل کا نور
پھیلا فلک سے تابہ زمیں جو قریب و دور
نوعِ بشر کے واسطے رعنائیِ ظہور
وہ ماہتابِ غارِ حرا وہ چراغِ طور

آئینہ دارِ حُسنِ مشیّت رسول ہیں
ہے جن کے سر پہ تاجِ شفاعت رسول ہیں

۱۲

پھوٹی ہے یہ سحر شبِ تارِ الست سے
پائے ہیں رنگ نقش و نگارِ الست سے
دل کا معاملہ ہے قرارِ الست سے
آئی ہے یہ بہار بہارِ الست سے

جب سے حضور کا قدِ رعنا نظر میں ہے
اِک موسمِ بہار مری رہ گزر میں ہے

۱۳

طٰہٰ صفت کہیں کہ مبشّر لقب کہیں
جی چاہتا ہے اُس کو وقارِ ادب کہیں
میں نام لوں تو صلِّ علیٰ سب کے سب کہیں
یہ کیا بُرائی ہے، کہ امیرِ عرب کہیں

میں کیا ثنا کروں گا رسالت مآب کی
شبنم سے ماورا ہے کرن آفتاب کی

۱۴

وہ آسماں سریر وہ مہمانِ عرشِ حق
روشن ہے جس کے نام سے ہستی کا ہر ورق
ہیں جس کی بارگاہ میں قدسی عرق عرق
شاہد ہے جس کی ذات پہ ہر نقطۂ اُدق

میخانۂ الست میں کیا فکر جام کی
مہریں لگی ہوئی ہیں محمد کے نام کی

۱۵

وہ مصطفیٰ وہ قافلہ سالارِ انبیاء
وہ مصطفیٰ وہ محورِ کردارِ انبیاء
وہ مصطفیٰ وہ مرکزِ معیارِ انبیاء
وہ مصطفیٰ وہ منبعِ اِدوارِ انبیاء

وہ مصطفیٰ کہ جس کا مُماثل نہیں کوئی
وہ مصطفیٰ کہ مدِّ مُقابل نہیں کوئی

۱۶

احمد کے بعد کون صداقت شناس ہے
احمد کے بعد کون عدالت شناس ہے
احمد کے بعد کون حقیقت شناس ہے
احمد کے بعد کون مشیّت شناس ہے

ہاں ایک نام روشن و تاباں کہیں جسے
بزمِ یقیں کی شمعِ فروزاں کہیں جسے

۱۷

وہ نام اعتبارِ رسالت مآب ہے
وہ نام افتخارِ رسالت مآب ہے
وہ نام ورثہ دارِ رسالت مآب ہے
وہ نام انحصارِ رسالت مآب ہے

وہ نام منفرد ہے جو اپنی صفات میں
وہ نام گھل گیا جو محمد کی ذات میں

۱۸

وہ نام مصطفیٰ کی عظیمت کا نام ہے
وہ نام مصطفیٰ کی حمایت کا نام ہے
وہ نام مصطفیٰ کی وکالت کا نام ہے
وہ نام مصطفیٰ کی نجابت کا نام ہے

وہ نام ہے تقدّسِ ایماں لئے ہوئے
آیا تو لب پہ آیۂ قرآن لئے ہوئے

۱۹

کانٹے کریں گلاب کی مدحت کمال ہے
ہو دھوپ سے سحاب کی مدحت کمال ہے
ذرّے سے ماہتاب کی مدحت کمال ہے
میں اور فلک جناب کی مدحت کمال ہے

لیکن یہ اپنے اپنے مقدّر کی بات ہے
وصفِ نگاہِ ساقیِ کوثر کی بات ہے

۲۰

جس کی نظر نے علم کے دریا بہا دیئے
بجھتے ہوئے چراغِ حقیقت جلا دیئے
انسان رازدارِ مشیّت بنا دیئے
گلزارِ معرفت میں نئے گل کھلا دیئے

آیا حرم میں شمعِ امامت لئے ہوئے
ہر اِک نفس میں موجِ ہدایت لئے ہوئے

۲۱

دریائے اِنّما سے گُہر رولتا ہوا
میزانِ حل اَتیٰ پہ وفا تولتا ہوا
آنکھوں میں نورِ شمس و قمر گھولتا ہوا
انساں کی عظمتوں کے علم کھولتا ہوا

اسرارِ کائنات کا دامن نچوڑ کر
اپنے عقب میں سارے زمانے کو چھوڑ کر

۲۲

تقدیرِ عقل و ہوش جگاتا ہوا چلا
لَو شمعِ آگہی کی بڑھاتا ہوا چلا
تصویرِ نور و نار دکھاتا ہوا چلا
ہر شعبۂ حیات سجاتا ہوا چلا

بنجر زمیں پہ رنگ بکھیرے بہار نے
دکھلائے طور رحمتِ پروردگار نے

۲۳

یہ کون تھا جو بعد میں خیبر شکن بنا
جو آبروئے دینِ رسولِ زمن بنا
یہ کون تھا جو شمعِ سرِ انجمن بنا
کس کا لہو شِکوہِ حُسین و حسن بنا

یہ وہ ہے جو غدیر میں دوشِ نبی پہ تھا
فائز جو مسندِ شرفِ آدمی پہ تھا

۲۴

یہ وہ ہے جس کی زد میں پرِ جبرئیل ہے
یہ وہ ہے جو حبیبِ خدا کا خلیل ہے
ہمسر ہے اِس کا کوئی نہ کوئی مثیل ہے
راہِ خدا میں اِس کی صدا سنگِ میل ہے

میداں میں ہے تو فاتحِ بدر و حنین ہے
مسجد میں ہے تو ناز و نیازِ حسین ہے

۲۵

جو فاطمہ کا راج دُلارا ہے وہ حسین
جو مصطفیٰ کی آنکھ کا تارا ہے وہ حسین
حیدر کی زندگی کا سہارا ہے وہ حسین
کارِ نبی کو جس نے سنوارا ہے وہ حسین

چھڑکا ہے جس نے رنگِ جوانی اصول پر
معراج مل گئی جسے دوشِ رسول پر

۲۶

انسانیت کو پالنے والا یہی تو ہے
سیلِ بلا کو ٹالنے والا یہی تو ہے
آفات سے نکالنے والا یہی تو ہے
قرآن کو سنبھالنے والا یہی تو ہے

جو ظلمتوں کو نور کا مسکن بنا گیا
جو دشتِ خار زار کو گلشن بنا گیا

۲۷

کرتی ہیں یاد جس کو مدینے کی وادیاں
اُٹھتی ہے اُس زمیں سے اِک آہِ شرر فشاں
صدیوں کی بازگشت میں ہے کرب کا دھواں
تاحال وہ اذیتِ احساس ہے جواں

جب کربلا کی سمت چلا سبطِ مصطفیٰ
جب درمیانِ کذب و صداقت تھا معرکہ

۲۸

وہ سیرتِ رسول میں ڈھالا ہوا حُسین
وہ صیقلِ یقیں سے اُجالا ہوا حُسین
حلالِ مشکلات کا پالا ہوا حُسین
وہ شیرِ فاطمہ میں کھنگالا ہوا حُسین

جنگل کی خاک ڈال کے بغض و عناد پر
خاموش تھا ضلالتِ ابنِ زیاد پر

۲۹

یک لخت فوجِ شام کی جانب سے تیر آئے
نزدیکِ شہ سمٹ کے صغیر و کبیر آئے
مثلِ سحابِ رحمتِ ربِ قدیر آئے
جوشِ غضب میں جب وہ عدیم النظیر آئے

فوجِ خدا نے عقدہ کشائی علم کی دی
تاریخ کربلا نے دُھائی قلم کی دی

۳۰

نرغہ ہوا جو بادشہِ کائنات پر
اُڑنے لگیں لہو کی پھواریں فرات پر
ڈالیں اجل نے بڑھ کے کمندیں حیات پر
سایہ فگن شکست تھی ہر بد صفات پر

بڑھ بڑھ کے جو بھی آئے وہ گھٹ گھٹ کے رہ گئے
دس بیس کیا پَرے کے پَرے کٹ کے رہ گئے

۳۱

آگے تھے سب سے حیدرِ ثانی بہ کرّوفر
بڑھ بڑھ کے وار کرنے لگے جب وہ خیرہ سر
کہنے لگے امام سے یہ ہاتھ جوڑ کر
ہم کو بھی اذنِ جنگ ملے شاہِ بحر و بر

ہم بھی غلامِ سرورِ گردوں اَساس ہیں
ہم بھی تو زیرِ تربیّتِ حق شناس ہیں

۳۲

یہ ذکر تھا کہ اور قیامت بپا ہوئی
آیا نکل کے فوجِ ستمگر سے اِک شقی
کہنے لگا کہ اے خلفِ نائبِ نبی
مرضی ہے اب تو صرف یہی ابنِ سعد کی

کُبرا کے دل پہ بارشِ رنج و تعب کروں
میداں میں آؤں اور مُبارز طلب کروں

۳۳

نوشہ وہ ایک رات کا وہ غنچۂ حسن
پھیلا ہے جس کا رنگِ جوانی چمن چمن
کتنا ملا ہے آپ سے اُس کو کمالِ فن
کتنا ہے اُس میں جعفر و حمزہ کا بانکپن

کیا کیا ہیں اُس میں ڈھنگ شہِ کربلائی کے
کتنے ملے ہیں اُس کو سلیقے لڑائی کے

۳۴

یہ کہہ کے تولنے لگا نیزہ وہ کینہ جُو
سمجھا نہ اہلِ بیتِ محمد کی آبرو
پاسِ امامِ حق نہ کچھ آدابِ گفتگو
سورج کی آنچ سے جو تپاں ہو گیا لہو

کہنے لگا وہ بڑھ کے شہِ مشرقین سے
قاسم کو خُلد مانگ رہی ہے حُسین سے

۳۵

قاسم کو پھر قریب بُلایا امام نے
بوسہ دیا جبیں پہ شہِ تشنہ کام نے
قدموں پہ سر جھکا دیا اُس نیک نام نے
فرمایا یہ حُسینِ علیہِ السّلام نے

خیمے میں جاکے ماں سے بھی رُخصت طلب کرو
پھوپھیوں سے آبروئے شہادت طلب کرو

۳۶

آیا سوئے خیام بالآخر حسن کا لال
چہرے سے آشکار تھی ہر صورتِ سوال
دل میں تھا اِذنِ جنگ نہ ملنے کا احتمال
دنیا کی ہر خوشی کو سمجھنے لگا وبال
مظلومیت کی دھوپ میں جلتا ہوا چلا
شُبہات کو یقیں سے بدلتا ہوا چلا

۳۷

پہنچا جو ماں کے سامنے وہ غیرتِ قمر
ماں نے کہا بحالتِ غم تھام کے جگر
کیوں آئے ہو حُسین کو مقتل میں چھوڑ کر
بولا حسن کا لال قدم پہ جھکا کے سر
للّہ مجھے بھی عشق کی معراج دیجئے
للّہ مجھے بھی رَن کی رضا آج دیجئے

۳۸

ماں نے سنی جو کشتۂ رنج و محن کی بات
پیغامِ مرگ تھا کہ یتیمِ حسن کی بات
تڑپا گئی نبیرۂ خیبر شکن کی بات
دل پاش پاش کرنے لگی بے وطن کی بات
وارفتگی میں بڑھ کے پُکاری حُسین کو
دلبندِ فاطمہ کو محمد کے چین کو

۳۹

نامِ حُسین لیتے ہی جی سنسنا گیا
لب تھرتھرائے کچھ نہ زباں سے کہا گیا
اُٹھا جو دل میں درد جگر تھرتھرا گیا
دن تھا مگر نظر میں اندھیرا سا چھا گیا
بیوہ حسن کی زخمِ جگر کھا کے رہ گئی
آنکھوں میں اشک لب پہ فغاں آ کے رہ گئی

۴۰

کہنے لگی کہ میری مدد کو امام آؤ
میں بَن میں لُٹ رہی ہوں شہِ تشنہ کام آؤ
جاتا ہے سر کٹانے تمہارا غلام ! آؤ
عباس تم کہاں ہو غریبوں کے کام آؤ
اکبر تم آ کے بھائی کا چہرہ تو دیکھ لو
اِک رات کے بیاہے کا سہرا تو دیکھ لو

۴۱

یہ بَین سُن کے رونے لگیں ساری بیبیاں
خیمے کے در پہ آئے شہنشاہِ دوجہاں
ضبطِ فغاں میں قلب سے اُٹھنے لگا دھواں
فرمایا رو کے زینب و کلثوم ہیں کہاں
ارزق کو انتظار حسن کے پسر کا ہے
کیا روئیں اے بہن کہ یہ غم عمر بھر کا ہے

۴۲

ماں سے رضا ملی تو چلا سوئے فوجِ شام
طوفانِ غم میں ڈوب گئے شہ کے سب خیام
چہرہ تھا اُس کا فرطِ خوشی سے مہِ تمام
تکنے لگا فلک سے فرشتوں کا اژدہام
گھوڑا مثالِ برق اُڑاتا ہوا چلا
خوابیدہ زلزلوں کو جگاتا ہوا چلا

۴۳

نیزے کے بند باندھ کے کہنے لگا شقی
دیکھا نہیں جو کوئی کرے مجھ سے ہمسری
پانی ہے میری تیغ کا یا سحرِ سامری
چودہ برس کی عمر میں میری برابری
ہو فائدہ تو نامِ شہِ ذوالفقار لے
نزدیک ہو کوئی تو مدد کو پکار لے

۴۴

بولا حسن کا لال کہ دیکھے ہیں تجھ سے یَل
دوزخ میں لے کے جائے گی تجھ کو ابھی اجل
چاروں پسر بھی تھے ترے بے مثل و بے بدل
اک وار میں نکال دیئے اُن کے سارے بَل
بچہ ہوں پھر بھی واقفِ جنگ و جدال ہوں
قاسم ہے میرا نام علی کا جلال ہوں

۴۵

قاسم کی سمت سے جو چلے طنز کے یہ تیر
جوشِ غضب میں تیغ اُٹھا کر بڑھا شریر
کہنے لگا کہ اے بنِ شبّر بدہ بگیر
دولہا کمالِ ضبط میں تھا مطمئن ضمیر
جنگِ علی کی رن میں نہ کوئی کمی رہی
حالانکہ لب پہ پیاس کی شدت جمی رہی

۴۶

تا دیر حرب و ضرب کی ردّ و بدل ہوئی
تیغوں کی آنچ گرمیِ جنگ و جدل ہوئی
ظاہر کی ہر اُمید سفیرِ اجل ہوئی
گردن سے مُڑ کے تیغ جو زیرِ بغل ہوئی
ٹھہرا گیا نہ دشمنِ دیں سے جو زین پر
دو ٹکڑے ہو کے گر پڑا ناری زمین پر

۴۷

آئے سمٹ سمٹ کے سب اعدائے دیں حق
ہونے لگا زمیں کا جگر فرطِ غم سے شق
قاسم کی تھی کتابِ جوانی ورق ورق
لیکن ابھی حیات کی باقی تھی کچھ رمق
نیزے کبھی چلے کبھی تیغ و تبر چلے
قاسم نقوشِ غم میں لہو اپنا بھر چلے

۴۸

وہ تین دن کی پیاس وہ لمحے لڑائی کے
وہ دل پہ داغ اصغر و اکبر سے بھائی کے
برداشت کر رہے ہیں جو صدمے جدائی کے
سینے پہ نقش زخم شہہ کربلائی کے

چاروں طرف سے گھیر لیا فوج شام نے
جب سانس لی سکوں کی اُس تشنہ کام نے

۴۹

دل پر لگا جو زخم تو چکرا کے رہ گئے
خوں بہ گیا بدن کا تو لہرا کے رہ گئے
سینے کا درد بڑھ گیا تھرّا کے رہ گئے
رُکنے لگی جو سانس تو گھبرا کے رہ گئے

بجھتے ہوئے چراغ کو رکھ کر ہواؤں میں
پھیلا دیئے وفا کے اُجالے فضاؤں میں

۵۰

سر پر لگا جو گُرزِ ستم تا کمر گیا
اس غم سے آفتاب کا چہرہ اُتر گیا
کُبرا کی زندگی میں رنڈاپا بکھر گیا
اکبر نے دی صدا کہ مرا بھائی مر گیا

شبیر یوں تھے تیر ہو جیسے کمان پر
کیا کیا پہاڑ ٹوٹ پڑے ایک جان پر

۵۱

پُرسہ دو فاطمہ کو علی کو رسول کو
پُرسہ دو نینوا کے اسیرِ ملول کو
پُرسہ دو سیرتِ حسنِ با اصول کو
پُرسہ دو باغِ دینِ محمد کے پھول کو

عارفؔ کرو سلام شہہِ مشرقین کو
قاسم کو فاطمہ کو حسن کو حُسین کو

تمت بالخیر

مرثیہ:۲

"متاعِ دیں کے رکھوالے"

۱

شام کے دربار کی رونق کسی سے کم نہ تھی
شامِ عشرت رنگِ صبحِ زندگی سے کم نہ تھی
جہل کی تنقید زعمِ آگہی سے کم نہ تھی
ظلمتِ تہذیبِ باطل روشنی سے کم نہ تھی

تھا نشانہ عشقِ مولا خود سری کے تیر کا
رنگ اُڑتا جا رہا تھا دین کی تصویر کا

۲

عظمتِ اسلام تھی مضروبِ دُردِ جامِ مے
تھی شرافت ہر طرف معتوبِ دُردِ جامِ مے
پا رہے تھے پرورش محبوبِ دُردِ جامِ مے
واجب التعظیم تھے منسوبِ دُردِ جامِ مے

کس ادائے دلبری سے سایہ اَفگن تھی شراب
درمیانِ حق و باطل ایک چلمن تھی شراب

۳

وقت کے سانچے میں ڈھالی جا رہی تھی زندگی
صورتِ بادہ اُچھالی جا رہی تھی زندگی
کفر کے دامن میں پالی جا رہی تھی زندگی
خُلدِ ایماں سے نکالی جا رہی تھی زندگی

شرحِ دینِ مصطفیٰ کا رازداں کوئی نہ تھا
ہمنوا لاکھوں تھے لیکن ہم زباں کوئی نہ تھا

۴

خسروی کی گود میں تھا دین و ایماں کا شرف
وقت کے دھارے پہ بہ نکلا تھا انساں کا شرف
ایک ہی میزاں پہ تھا گبر و مسلماں کا شرف
صاعقہ بردوش تھا مہرِ درخشاں کا شرف

روح کو جھلسا دیا تھا گمرہی کی دھوپ نے
نفرتیں بوئی تھیں دل میں زیست کے اِس روپ نے

۵

فکرِ ساماں تھی وفا اپنی بقا کے واسطے
ہاتھ پھیلائے ہوئے تھے دُکھ دُعا کے واسطے
مضطرب تھے ذہن اس ردِّ بلا کے واسطے
لوگ تنہائی میں اُٹھتے تھے دُعا کے واسطے

خلفشارِ زندگی اک کربِ عالمگیر تھا
گیسوئے بلقیسِ جاں میں شانۂ تحقیر تھا

۶

بڑھ رہی تھی موجِ مے دیں کے سفینوں کیلئے
سنگ باری ہو رہی تھی آبگینوں کے لئے
تھی ہوس بیتاب عصمت آفرینوں کے لئے
چاک ہوتے تھے گریباں آستینوں کے لئے

غنچہ ہائے گلشنِ دیں کی ہنسی مفقود تھی
ذکر کیا کیجے ہنسی کا زندگی مفقود تھی

۷

جھلملائے جا رہے تھے بزمِ ایماں کے چراغ
آندھیوں کی زد پہ تھا آیاتِ قرآنی کا باغ
پا نہیں سکتے تھے رہ رَو اپنی منزل کا سُراغ
عرش کو چھونے لگے تھے بد دماغوں کے دماغ

روز افزوں ہو رہا تھا شوقِ ننگ و نام کا
دفعتاً جیسے کوئی حلقہ بڑھا دے دام کا

۸

وادیِ الحاد میں سب قافلے جوڑے گئے
کبر کے بُت توڑنے تھے اور دل توڑے گئے
نقشِ پائے سیدِ کون و مکاں چھوڑے گئے
کیا قیامت ہے کہ شیشے گوند سے جوڑے گئے

ہر حقیقت ایک افسانے میں ڈھل کر رہ گئی
عظمتِ انسانیت کروٹ بدل کر رہ گئی

۹

اُمتِ احمد کا شیرازہ پریشاں کر دیا
ایک قطرے کو وہ وسعت دی کہ طوفاں کر دیا
دن بہ دن دل کی خباثت کو نمایاں کر دیا
ہر مسرت کو کتابِ غم کا عنواں کر دیا

ہائے کیسا دور تھا وہ ہائے کیا آزار تھا
آدمی ہی آدمی سے برسرِ پیکار تھا

۱۰

بزمِ دیں آماجگاہِ عیش و عشرت بن گئی
آدمی کی ذات توہینِ عبادت بن گئی
خود نمائی ایک معیارِ محبت بن گئی
شخصیت دارومدارِ آدمیت بن گئی

بوالہوس پروردگارِ عاشقی مانے گئے
کم نظر چشم و چراغِ آگہی مانے گئے

۱۱

سیم و زر پیمانۂ صدق و صفا سمجھا گیا
حکمِ حاکم ہی کو بس حکمِ خدا سمجھا گیا
ہر ستم کو اُس زمانے میں روا سمجھا گیا
کیا سمجھنا چاہتے تھے لوگ کیا سمجھا گیا

عافیت اِک نقطۂ پرکار بن کر رہ گئی
دل نوازی راہ کی دیوار بن کر رہ گئی

۱۲

چند سِکوں میں وقارِ آدمی بکنے لگا
زندگی پڑھنے لگی خود زندگی کا مرثیہ
عرصۂ ہستی تھا یا میدانِ حرب و ضرب تھا
عقلِ انساں کر نہیں سکتی تھی کوئی فیصلہ

روح کی آواز ساغر کی کھنک میں کھو گئی
اِک قیامت آئے گی اور اِک قیامت ہو گئی

۱۳

امتیازِ خیر و شر سے آدمی محروم تھا
شدتِ افکار سے مغلوب تھا مغموم تھا
بے ضرورت لوحِ رنگ و نور پر مرقوم تھا
اُف وہ انساں جو فرشتوں کی طرح معصوم تھا

سر بہ سر اِک محشرِ جذبات ہو کر رہ گیا
خود ہی محصورِ حصارِ ذات ہو کر رہ گیا

۱۴

دفعتاً حالات بدلے شادمانی آ گئی
فطرتاً دینِ محمد پر جوانی آ گئی
عادتاً دریائے رحمت میں روانی آ گئی
نسبتاً اُن منزلوں تک زندگانی آ گئی

جب وفا للکارتی ہے جورِ عالمگیر کو
جب سمجھ لیتا ہے زیور آدمی زنجیر کو

۱۵

یک بیک بزمِ محبت میں چراغاں ہو گیا
آفتابِ عالمِ تطہیر تاباں ہو گیا
وہ صدا اُبھری کہ قصرِ کفر لرزاں ہو گیا
عظمتِ اسلام کی نصرت کا ساماں ہو گیا

ساری دنیا پھر شناسائے توکل ہو گئی
جگمگا اُٹھا جہاں شمعِ ستم گُل ہو گئی

۱۶

مسکرا اُٹھے چمن رنگِ بہاراں دیکھ کر
گل شگفتہ ہو گئے عشرت کے ساماں دیکھ کر
پھول برسائے شگوفوں نے گلستاں دیکھ کر
ہنس پڑے کانٹے بھی یہ حُسنِ فراواں دیکھ کر

غم نصیبوں کے لئے پھر عید کا دن آ گیا
داستانِ شوق کی تمہید کا دن آ گیا

۱۷

معترف ہونے لگی دنیا نشاطِ روح کی
کٹ گئیں گھڑیاں سراسر انحطاطِ روح کی
آ گئی ساعت سراپا احتیاطِ روح کی
ہو گئی پہچان دل کو ارتباطِ روح کی

آدمی کو چشمۂ آبِ طہارت مل گیا
مل گیا وہ دین بھی جس کی بدولت مل گیا

۱۸

آئینہ خانوں میں تصویرِ صداقت سج گئی
ہر طرف پھر محفلِ اہلِ بصیرت سج گئی
ذکر کیا صورت کا کیجے جب کہ سیرت سج گئی
ہر طرف دوشیزۂ فہم و فراست سج گئی

آج پھر جہل و خرد دست و گریباں ہو گئے
آج پھر انوارِ روئے علم ارزاں ہو گئے

۱۹

پھر زمانہ چونک اُٹھا جاگ اُٹھی زندگی
رہ گیا اِک خواب بن کر سب فسونِ آذری
چھوڑ دی ذرّوں نے مہر و مہ کی دریوزہ گری
اب اُڑا سکتی نہیں شاہی مذاقِ مفلسی

بے کسوں کی دستگیری کا زمانہ آ گیا
فاقہ مستوں میں امیری کا زمانہ آ گیا

۲۰

یاس نذرِ گردشِ ایّام ہو کر رہ گئی
تاجداری دہر میں بدنام ہو کر رہ گئی
ہر تمنائے ہوس ناکام ہو کر رہ گئی
بربریّت آفتابِ شام ہو کر رہ گئی

پھر اندھیروں کا فسوں ٹوٹا اُجالا ہو گیا
شب کے ماروں کو مبارک ہو سویرا ہو گیا

۲۱

ہاتھ میں توحید کے تیغِ ہلالی آ گئی
چہرۂ اسلام پر پھر سے بحالی آ گئی
پھر اذاں دینے وہی روحِ بلالی آ گئی
جنت الفردوس کے تالے کی تالی آ گئی

ایک رنگِ لازوالی پھر فضا میں گھل گیا
نور برسا آسماں سے دامنِ دل دُھل گیا

۲۲

عشق پیوندِ قبائے زندگی ہو کر رہا
نغمۂ منصور سازِ سرمدی ہو کر رہا
اہلِ دل کو دردِ پیغامِ خوشی ہو کر رہا
ناطقہ مرگِ وجودِ خامشی ہو کر رہا

بے محابا ہر طرف اسلام کا پرچم بڑھا
گر پڑی دیوارِ باطل جب ہوا میں نم بڑھا

۲۳

قوتِ الحاد و استبداد گھٹ کر رہ گئی
ظلمتِ جور و ستم آخر سمٹ کر رہ گئی
ناقدانِ دیں کی ہر بازی اُلٹ کر رہ گئی
شہر کی تاریخ کچھ گلیوں میں بٹ کر رہ گئی

اُمّتِ احمد کے ساحل تک سفینے آ گئے
دشمنانِ دینِ برحق کو پسینے آ گئے

۲۴

اس طرح تاریخِ اَوجِ زیست دُہرائی گئی
زلفِ گیتی خُلق کے پھولوں سے مہکائی گئی
اس قرینے سے حدیثِ شوق سمجھائی گئی
منکرِ اسلام کی عزت ہوئی آئی گئی

سب کو کردارِ محمد کی ادا یاد آ گئی
فاطمہ کا زُہد حیدر کی وفا یاد آ گئی

۲۵

بوذر و سلمان و قنبر جلوہ ساماں ہو گئے
ایک چہرے سے کئی چہرے نمایاں ہو گئے
جتنے پنہاں تھے اُسی شدّت سے عریاں ہو گئے
صاحبانِ ہوش کو تارِ رگِ جاں ہو گئے

راکبِ دوشِ محمد کو تبسم آ گیا
وقت کے گونگوں کو اندازِ تبسم آ گیا

۲۶

پھر مدینے سے گھٹا اُٹھی فضائیں جھوم اُٹھیں
جنت الفردوس کی ٹھنڈی ہوائیں جھوم اُٹھیں
گلشنِ توحید کی رنگیں ادائیں جھوم اُٹھیں
لب پہ آ کر اہلِ دنیا کی دعائیں جھوم اُٹھیں

خیر و شر میں بالمشافہ گفتگو ہونے لگی
پھر خدا و مصطفٰی کی جستجو ہونے لگی

۲۷

آبروئے دینِ ختم المرسلیں مطلوب تھی
فاتحِ خیبر کی عزت بالیقیں مطلوب تھی
شانِ داورِ آخریں و اوّلیں مطلوب تھی
کربلا کے دشت میں دو گز زمیں مطلوب تھی

عہدِ طفلی کا تقدس اِک امانت تھا جسے
سر کٹانا راہِ مولیٰ میں سعادت تھا جسے

۲۸

گلشنِ اسلام کو جس نے سنوارا وہ حُسین
ڈوبنے والوں کو جس نے پار اُتارا وہ حُسین
جس نے ہر منزل پہ زحمت کی گوارا وہ حُسین
درحقیقت تھا جو قدرت کا اشارہ وہ حُسین

جس نے گردن خم نہ کی مطلب براری کے لئے
خوں دیا کشتِ نبی کی آبیاری کے لئے

۲۹

جس نے مشکل وقت میں اسلام کی تائید کی
جس نے ہر بے جا عمل کی مستقل تردید کی
مانگ بھر دی جس نے اپنے خون سے توحید کی
جس نے باطل کی ہر اِک تحریک پر تنقید کی

عاصیوں کو جس کے دامن میں پناہیں مل گئیں
انتہا یہ ہے کہ اندھوں کو نگاہیں مل گئیں

۳۰

ہے جو دریائے محبت کا شناور وہ حُسین
جس کی ہستی ہے سکونِ قلبِ حیدر وہ حُسین
جس کے نانا ہیں شفیعِ روزِ محشر وہ حُسین
جس کا حق ہے مسندِ دوشِ پیمبر وہ حُسین

جس نے اخلاقِ نبی کا بول بالا کر دیا
خون کے چھینٹوں سے دنیا میں اُجالا کر دیا

۳۱

آفتابِ حریت جس نے اُبھارا وہ حُسین
بن گیا جو کشتیٔ دیں کا سہارا وہ حُسین
جو تلاطم میں ہوا سب کا کنارا وہ حُسین
ہو گیا جو آسمانِ دل کا تارا وہ حُسین

جو قبائے زیست تارِ صبر سے سیتا رہا
موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جیتا رہا

۳۲

وہ شجاعت کا دھنی وہ وارثِ تیغِ علی
جس نے جاں دے دی مگر عزت پہ آنچ آنے نہ دی
جس کے سجدے نے بڑھادی آب و تابِ بندگی
تیغ کے سائے میں جس نے عہد کی تکمیل کی

بن گیا تمثیل جو سارے زمانے کے لئے
بجلیاں جس نے تراشیں آشیانے کے لئے

۳۳

زندگی پر موت کو ترجیح دے گا کیا یزید
کر نہیں سکتا نبی کی آل کو رُسوا یزید
کر چکا دنیا کے ہاتھوں دین کا سودا یزید
اب نہ تیرا ہے زمانے میں نہ ہے میرا یزید

فوج قاہر اور اِک ابنِ علی کے واسطے
لے فقیروں کی دعائیں خسروی کے واسطے

۳۴

تیری آنکھوں میں سما سکتی نہیں شانِ حُسین
ہو نہیں سکتا تو ہر گز مرتبہ دانِ حُسین
تیرا دستِ زشت آلود اور دامانِ حُسین
تیری قسمت میں کہاں گلہائے فیضانِ حُسین

تجھ کو کیا سایہ ملے گا چادرِ تطہیر کا
شر میں منہ دیکھنا حیدر کا یا شبیر کا

۳۵

وہ حُسین ابنِ علی جو رن میں تنہا رہ گیا
تین دن تک جو لبِ دریا پیاسا رہ گیا
جس کے غم میں جاں بلب دریا کا دریا رہ گیا
جس کے ہاتھوں ہی پہ شش ماہے کا لاشہ رہ گیا

دوپہر تک جس کے سب بھائی بھتیجے کٹ گئے
زخم جس کے خاکِ دشتِ نینوا سے اَٹ گئے

۳۶

کٹ کے جس کے بھائی کے بازو زمیں پر گر پڑے
جس کی چشمِ ناز کے آنسو زمیں پر گر پڑے
زخم کھا کر اکبرِ گل رو زمیں پر گر پڑے
دوش پر بکھرے ہوئے گیسو زمیں پر گر پڑے

جس نے قاتل کو دعائیں دیں مسلسل جبر پر
جس نے اصغر کا لہو چھڑکا قبائے صبر پر

۳۷

ہائے وہ سورج کی حدّت اور وہ انصارِ حُسین
ہائے وہ طوق و سلاسل اور وہ بیمارِ حُسین
ہائے وہ خیموں کے شعلے اور وفادارِ حُسین
ہائے وہ پیہم طمانچے اور وہ غمخوارِ حُسین

ہائے وہ مظلوم وہ یورش تری افواج کی
بس یہی قیمت تھی شائد تیرے تخت و تاج کی

۳۸

ہائے وہ بیچارگی وہ دشت وہ شامِ الم
وہ سکینہ کی صدائیں اور وہ ماتم دم بدم
ہائے وہ سہمے ہوئے بچے وہ لرزیدہ قدم
ہائے وہ اصغر کا جھولا اور وہ بانو کا غم

اے یزید اِس درد سے کیا آشنا ہے تیرا دل
درہم و برہم ہوئی جاتی ہے بزمِ آب و گِل

۳۹

پھر یتیموں کو نحیفوں کو سفر درپیش ہے
پھر وہی بے پردگی بارِ دگر درپیش ہے
ذلتِ بازارِ کوفہ سر بہ سر درپیش ہے
زخم چھیڑے جارہے ہیں نیشتر درپیش ہے

نوکِ نیزہ پر سرِ شبیر ہے تو تخت پر
اے یزیدِ روسیاہ لعنت ہے تیرے بخت پر

۴۰

در بدر پھرتی ہے خواہر حضرتِ شبیر کی
جس کے گھر والوں نے شرحِ آیۂ تطہیر کی
بیکسی تو دیکھ آ کر زینبِ دلگیر کی
اے شقی تجھ کو خبر ہے حُرملہ کے تیر کی؟

وہ مسائل اور تھے اور یہ مسائل اور ہیں
کیا یہی اعزازِ آلِ مصطفٰی کے طور ہیں

۴۱

زندگی آئینہ دارِ زندگی سمجھا ہے تو
ظلمِ پیہم کو شعورِ آدمی سمجھا ہے تو
کیا فروغِ خود نمائی کو خودی سمجھا ہے تو
کیا اِسے توہینِ فرزندِ نبی سمجھا ہے تو

قید خانے میں ہیں رانڈیں قصرِ شاہی میں ہے تو
کس قدر خوش اِس غرورِ کج کلاہی میں ہے تو

۴۲

سُن کہ یہ اِک رازِ روحِ حضرتِ شبیر ہے
سُن کہ یہ پروازِ روحِ حضرتِ شبیر ہے
سُن کے یہ دمسازِ روحِ حضرتِ شبیر ہے
سُن کے یہ آوازِ روحِ حضرتِ شبیر ہے

خود مورخ خود کتابِ وقت کی تفسیر ہوں
آئینہ در آئینہ تصویر در تصویر ہوں

۴۳

مَشک سے بہہ جائے پانی اس کا غم کرتے نہیں
حلق پر چل جائے خنجر اور الم کرتے نہیں
کوئی بھی عالم ہو لیکن سر کو خم کرتے نہیں
داستانِ بے حقیقت کو رقم کرتے نہیں

آفتابِ دیں کو کیوں ذرّوں میں ضم کرتا ہے تو
عظمتِ سادات کیوں دنیا میں کم کرتا ہے تو

۴۴

اس پہ یہ دعویٰ کہ ہم ہیں غم گُسارِ اہلِ بیت
تونے دیکھے بھی ہیں ظالم جاںنثارِ اہلِ بیت
یوں تو دنیا میں بہت طاعت گزارِ اہلِ بیت
ہم ہیں اور بس صرف ہم ، آئینہ دارِ اہلِ بیت

چشمِ نم رکھتے ہیں ہم دردِ جگر رکھتے ہیں ہم
لیکن اس کے واسطے اِک چارہ گر رکھتے ہیں ہم

۴۵

نبضِ ہستی میں حرارت عزمِ شبیری سے ہے
غنچہ و گل میں لطافت عزمِ شبیری سے ہے
مردِ مؤمن کی شجاعت عزمِ شبیری سے ہے
کس لئے تجھ کو عداوت عزمِ شبیری سے ہے

عرصہ محشر میں آخر فیصلہ ہو جائے گا
دشمنِ شبیر مردودِ خدا ہو جائے گا

۴۶

کیا تقابل شام کے حاکم کا اور شبیر کا
کیا تقابل تیغ کا اور نعرۂ تکبیر کا
کیا تقابل شمع کا اور مہرِ عالمگیر کا
کیا تقابل ناخنِ تدبیر سے تقدیر کا

ایک ہی خلقت ہے لیکن کیا تضاد انداز ہے
ہے یزید اسفل ، حُسین ابنِ علی ممتاز ہے

۴۷

تیغ کی جھنکار سے ڈرتے نہیں اہلِ وفا
قوتِ بازوئے حیدر کا یہی پیغام تھا
حضرتِ شبیر کا دیکھے تو کوئی حوصلہ
اس کو کہتے ہیں مُروّت ، بخش دی حُر کی خطا

ایسے ہوتے ہیں علی کی گود کے پالے ہوئے
دونوں عالم میں متاعِ دیں کے رکھوالے ہوئے

۴۸

جس کی آنکھوں نے نہ دیکھا ہو عروجِ زندگی
کیا کرے گا سبطِ محبوبِ خدا کی ہمسری
اِک طرف دنیا کی دولت اِک طرف نادِ علی
ایک دل میں کب رہی ہے دشمنی و دوستی

زندگی بھر رہبر و رہزن بہم ہوتے نہیں
ایک منزل پر کبھی ان کے قدم ہوتے نہیں

تمت بالخیر

مرثیہ سوم

سفارتِ حسین

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books

۱

مسلم کو مل گئی جو سفارت حسین کی
دولت عطا ہوئی یہ بدولت حسین کی
جلوہ فگن ہے شمعِ امامت حسین کی
صورت سے مختلف نہیں سیرت حسین کی

ممدوحِ کبریا کی علامت حسین ہیں
حقا کہ تاجِ فرقِ شریعت حسین ہیں

۲

تیروں کا کام جس نے نکالا نگاہ سے
کاٹا توہمات کا جالا نگاہ سے
دل پر بنا کے درد کا ہالا نگاہ سے
گرتے ہوؤں کو بڑھ کے سنبھالا نگاہ سے

جینا بھی اُس نگاہ نے مشکل بنا دیا
جو زد پہ آگیا اُسے بسمل بنا دیا

۳

جو آفتابِ چرخِ رسالت ہے وہ حسین
شانہ طرازِ گیسوئے فطرت ہے وہ حسین
جو ماہتابِ برجِ سعادت ہے وہ حسین
جو مہرِ آسمانِ حقیقت ہے وہ حسین

جس نے خدا کے دین کا ڈنکا بجا دیا
جس نے ہمیں علی و نبی سے ملا دیا

۴

مسند نشینِ دوشِ پیمبر یہی تو ہے
آئینہ دارِ بازوئے حیدر یہی تو ہے
یعنی نقیبِ ساقیِ کوثر یہی تو ہے
سچ مُچ شکوہِ قاتلِ عنتر یہی تو ہے

دشمن کو جس نے جامِ بقا کا پلا دیا
جس نے یزیدیت کو ٹھکانے لگا دیا

۵

جو ضربِ اتحادِ مسلماں ہے وہ یزید
جو باعثِ تباہیِ قرآں ہے وہ یزید
داغِ جبینِ نیّرِ تاباں ہے وہ یزید
جو حشر تک مثالِ پریشاں ہے وہ یزید

جس سے نبی کے دین کو شرمندگی ملی
جس سے ظلوم و جہل کو بالیدگی ملی

۶

جو دُودِ شمعِ عالمِ امکاں ہے وہ یزید
بدنامیٔ مدارجِ انساں ہے وہ یزید
جو قدغنِ شعورِ نمایاں ہے وہ یزید
جو موجِ زندگی پشیماں ہے وہ یزید

جس کی ذلالتوں سے پریشاں ہے زندگی
گریاں ہے خود کبھی کبھی گریاں ہے زندگی

۷

بدبختیاں سمیٹ لیں سارے جہان کی
تاریخ لکھ کے جس نے زمان و مکان کی
مسموم کر دی جس نے فضا آسمان کی
جس نے نظر سے جوڑ دی قسمت زبان کی

جس نے نبی کی آل کو پامال کر دیا
جس نے نبی کو قبر میں بے حال کر دیا

۸

جو زخمِ شہ رگِ دلِ یزداں بنا رہا
جو داستانِ ظلم کا عنواں بنا رہا
ہر دم غرور و کبر کا ساماں بنا رہا
تا زندگی جو صورتِ شیطاں بنا رہا

جس نے شعور و خلق کی کھیتی اُجاڑ دی
جس نے شرافتوں کی طبیعت بگاڑ دی

۹

دونوں طرف چلنے لگے تیر یک بیک
دو طینتیں دکھانے لگیں ایک جا چمک
بڑھنے لگی جو قلبِ جہاں سوز میں چمک
جانے لگی جو عرش پہ انسان کی مہک

تلوار کھینچ لی عرقِ اعتبار نے
جب آئینہ دکھایا خزاں کا بہار نے

۱۰

پہلے تو زندگی میں بڑی ردّ و کد ہوئی
پھر دشمنیِ آلِ نبی بے سند ہوئی
یعنی نحوستِ دلِ تاریک رد ہوئی
اہلِ جہاں کو ابنِ علی کی مدد ہوئی

مُرجھا گئے تمام شگوفے ہرے بھرے
جس طرح طاق میں ہوں نمک داں دھرے۔ دھرے

۱۱

اب معرکہ تھا ابنِ علی سے یزید کا
اہلِ عمل کے واسطے یہ دن تھا عید کا
کرتے تھے انتظار جو یومِ سعید کا
اُن کو بھی سامنا تھا یزیدِ پلید کا

یوں خندہ زن تھے طینتِ ابنِ زیاد پر
جیسے کہ طعنہ زن ہو کوئی بد نہاد پر

۱۲

اُبھرا یزید دل کی خباثت لئے ہوئے
یعنی شکستِ جورِ طبیعت لئے ہوئے
الحاد و افتراق کی لعنت لئے ہوئے
تاراجیِ بہارِ مروّت لئے ہوئے

لیکن غمِ حیات میں گُم ہوکے رہ گیا
میخانۂ جحیم کا خُم ہوکے رہ گیا

۱۳

دل کی کوئی مُراد نہ پائی یزید نے
کی ہر طرح سے شعلہ نوائی یزید نے
اہلِ جہاں سے کی نہ بھلائی یزید نے
وہ کشتِ شوقِ نار اُگائی یزید نے

فسق و فجور کا جو اندھیرا جلو میں تھا
تا زندگی شریکِ صفِ ست رو میں تھا

۱۴

جب اُٹھ گیا حسین نے پردہ یزید کا
دیکھا شعور و فہم نے چہرہ یزید کا
وہم و گماں سے رنگ تھا کالا یزید کا
پیغامِ مرگ تھا کہ سنبھالا یزید کا

دورِ یزید زیر و زبر ہوکے رہ گیا
مشکل بہت تھا کام مگر ہو کے رہ گیا

تمت بالخیر

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books

عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ قارئینِ ادب کے ذوقِ مطالعہ کی تسکین کیلئے

مجموعۂ غزلیات

پھولوں کے مرہم

کانٹوں کے نشتر

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books

نوازے جا رہے ہیں زخمِ اہلِ گلستاں عارفؔ
کبھی پھولوں کے مرہم سے کبھی کانٹوں کے نشتر سے

اُستاد الشعراء: عارفؔ اکبر آبادی

www.facebook.com/Naat.Research.Centre

مختصر سوانحی خاکہ

نام محمد یوسف خان ولدِ محمد اسمٰعیل خان، تخلص عارفؔ، پیدائش: ۲۱۔ اکتوبر ۱۹۲۹ء تحصیل جلیسر ضلع ایٹہ اکبر آباد آگرہ، اسی وجہ سے اپنے آپ کو عارفؔ رئیسی اکبر آبادی لکھتے۔ آپ کا گھرانہ ایک انتہائی راسخ العقیدہ سُنی گھرانہ تھا۔ علم وعمل کے زیور سے مُرصع، خاندان کے ہر فرد کو بلا تخصیص شعر و شاعری سے شغف تھا۔ جو آپ کو ورثہ میں ملا تھا۔ بچپن میں ہی چیچک کی وجہ سے بینائی زائل ہوگئی۔ سب سے پہلے آگرہ کے معروف عالمِ دین حضرت مولانا محمد نعمان علیہ رحمہ سے باضابطہ عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ اسی دوران حفظِ قرآن کیا، حدیث اور فقہ کا بھی گہری فکر سے مطالعہ کیا۔ ساتھ ہی ساتھ علم الحکمت پر بھی عبور حاصل کیا۔

شعر و شاعری کا شوق ورثہ میں ملا تھا۔ ۱۹۔ دسمبر ۱۹۴۸ء کو جناب سید سخاوت علی جعفری المتخلص شوخؔ اکبر آبادی جانشین مرزا خادم حسین المتخلص رئیس اکبر آبادی رئیسِ دربار کی شاگردی اختیار کی۔ تمام عمر تجرد زندگی گزاری۔ نابینا ہونے کے باوجود اپنی ہمت اور کوشش سے اپنے معاشی مسائل پر قابو پایا۔ اول آگرہ میں موم بتی بنانے کا کارخانہ کھولا، پاکستان آنے کے بعد ایک پارٹنر کے ساتھ مل کے ہاتھی دانت کی تجارت کا کام شروع کیا نقصان اُٹھانے پر بعدہ شاہ فیصل کالونی نمبر 1 میں ایک پرچون کی دکان کھولی۔ پھر اسی میں عطار خانہ کھول لیا۔ اور ساری زندگی مخلوقِ خدا کی مسیحائی کرتے رہے۔

آپ انتہائی منکسر المزاج اور سادہ لوح آدمی تھے۔ غرور و تمکنت جیسی کوئی شے نام کو نہ تھی۔ خودداری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ سادہ کھاتے سادہ پہنتے۔ ہر شخص کی مدد کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے۔ جسمانی صحت اور مال دونوں چیزیں آپ نے خلقِ خدا کی خدمت کے لئے وقف کر رکھی تھیں۔ شاگردوں کے ساتھ انتہائی پدرانہ شفقت سے پیش آتے۔ بچوں کو دکان اور گھر پر حفظ و ناظرہ کی تعلیم دیتے۔ دنیا کے چپے چپے پر بالخصوص پورے پاکستان میں آپ کے سینکڑوں شاگرد موجود ہیں کتنے ہی صاحب دیوان ہیں کتنے ہی خود استاد شعراء ہو چکے ہیں۔ عمر کے آخری ایام میں آپ کو طرح طرح کے امراض نے آگھیرا تھا، اور آپ انتہائی علیل رہنے لگے تھے۔ ۱۹۸۷ء میں بغرضِ علاج حیدر آباد تشریف لے گئے۔ اور وہیں ۱۷ اگست ۱۹۸۷ء کو وصال فرمایا۔ آپ کی آخری آرام گاہ حیدر آباد کے قبرستان ٹنڈو یوسف (اسلام آباد) میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ آپ کی نعتوں کا پہلا مجموعہ ''فردوسِ آرزو'' میں شائع ہوا ہے مکرر اس کتاب میں شائع کیا گیا ہے۔

شاگرد: منظرؔ عارفی

www.sabih-rehmani.com/books